جنت کا دروازہ
والدین کی خدمت اور اطاعت
پاکیزہ تعلیم اور دلکش نمونے
یکے از مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا ۝

بنی اسرائیل: ۲۵

ترجمہ:

اے میرے ربّ ان پر مہربانی فرما کیونکہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی۔

جنت کا دروازہ

والدین کی خدمت اور اطاعت

عبدالسمیع خان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

بفضلہٖ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کو جشنِ تشکر کے سلسلے کی ۴۲ ویں کتاب "جنت کا دروازہ" پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

مکرم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر الفضل ربوہ نے خدمتِ والدین کے اہم موضوع پر کمال محنت سے دلنشین کتاب مرتب کی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ آں محترم کا یہ مؤثر مضمون "الفضل" میں آٹھ اقساط میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی خواہش پر، موضوع کی افادیت، اہمیت اور ضرورت کو مدِنظر رکھتے ہوئے، لجنہ کراچی نے کتابی صورت میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ کتاب ناظر صاحب اشاعت ربوہ کی منظوری کے بعد شائع ہو رہی ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اکرامِ والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اسوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بزرگوں کے نمونوں پر مشتمل یہ مضمون گھر گھر پہنچے تاکہ علم میں اضافے سے عمل کی ترغیب پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنی عبادت اور وحدانیت کے بعد والدین سے حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (النساء: ۳۷)

اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے

ساتھ (بہت) احسان (کرو)

قارئین کرام سے اُمید ہے کہ نہ صرف خود اس سے استفادہ کریں گے بلکہ اپنے بچوں کو بھی پڑھنے کی تاکید کریں گے تاکہ بچپن ہی سے اُن کے دلوں میں والدین کی عزت قائم ہو۔ آج کل کے معاشرہ میں والدین کی عزت و خدمت کی طرف توجہ کم ہو رہی ہے جس سے معاشرہ میں کئی قسم کی بُرائیاں جنم لے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا اور والدین کی خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق دے مطمئن و مسرور دل سے نکلی ہوئی دُعائیں حاصل کریں۔ آمین۔

عزیزہ امتہ الباری ناصر سیکرٹری شعبہ اشاعت اور اُن کی معاونات ہماری دعاؤں کی مستحق ہیں جو دینی تعلیم و تربیت کے لئے مفید سے مفید تر کُتب مہیا کرتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی جزا بن جائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

خاکسار

امۃ الحفیظ محمود بھٹی

صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

فہرست مضامین

داخلہ

خدا کی توحید اور عبادت کے قیام کے بعد انسان پر سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے ذریعہ ایک فرد اس دنیا میں داخل ہوتا ہے اور یہی وہ وجود ہیں جن کی خدمت اور معروف اطاعت کے ساتھ انسان خدا کی رضا کی جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔ اس لئے والدین بجا طور پر دنیا کا بھی دروازہ ہیں اور جنت کا بھی دروازہ ہیں۔

اسی بات کی وضاحت اس کتابچہ میں قرآن وحدیث ارشادات حضرت مسیح موعود و خلفاء سلسلہ اور قابل اطاعت ہستیوں کے پاکیزہ کردار کی جھلکیوں سے کی گئی ہے۔

خاکسار کے مضامین کا یہ سلسلہ روزنامہ الفضل ربوہ میں شائع ہوا تو بہت سے دوستوں نے اسے یکجا کرنے کی تحریک کی میں لجنہ اماء اللہ کراچی کا ممنون ہوں جن کی توجہ اور محنت سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے جنت کا یہ دروازہ بھی کھول دے اور ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم اپنی اولاد کے لئے جنت کا دروازہ بن جائیں۔ آمین

والسلام۔ خاکسار

عبدالسمیع خان

ایڈیٹر الفضل

ماں

ماں: گلدستہ حیات کا سب سے دلکش پھول

ماں: جس کا تصور کرتے ہی ہونٹوں پر مسکراہٹ اور روح میں مٹھاس گھلنے لگتی ہے۔

ماں: خدا کی طرف سے انسانیت کے لئے حسین ترین تحفہ

ماں: جس کے قدموں تلے جنت ہے

باپ

باپ: جو انسان کو خلعت وجود بخشتا ہے

باپ: جس کے ساتھ انسان کا رزق وابستہ ہے

باپ: جو ساری زندگی اولاد کی خوشیوں کے لئے لٹا دیتا ہے

باپ: جس کی رضامندی میں خدا کی رضامندی ہے

کیا ان ماں باپ کا احسان کوئی اتار سکتا ہے

باب اوّل

☆

کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے
ساتھ بہت احسان کرو

(قرآن)

کوئی بیٹا اپنے والد کے احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتا

(حدیث نبویؐ)

خدمت والدین کی برکات اور ان کے احترام کا
عالمی منشور

احسان نہیں اتر سکتا

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

لَایَجْزِیْ وَلَد وَالِداً اِلَّا ان یَجِدَہٗ مَملُوکًا فَیَشْتَرِیَہٖ فَیُعْتِقَہٗ

(صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل عتق الوالد حدیث نمبر 2779)

یعنی کوئی بیٹا اپنے والد کے احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتا سوائے اس کے کہ باپ کسی کا غلام ہو۔اور بیٹا اسے خرید کر آزاد کردے۔

علامہ شہاب الدین احمد قلیوبی شافعی رحمہ اللہ (1069ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

ایک بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھی عورت کو کندھے پر اٹھائے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے بزرگ نے اس شخص سے عورت کے متعلق استفسار کیا تو اس نے بتلایا کہ یہ میری ماں ہے اور میں سات برس سے اسی طرح اٹھائے ہوئے ہوں۔میرے آقا یہ بتلایئے کہ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے وہ بزرگ بولے نہیں ہرگز نہیں اگر تمہاری عمر ہزار برس بھی ہو جائے اور تم اسے اسی طرح اٹھائے رہو تو تمہارا یہ اٹھانا ان راتوں میں سے ایک رات کے برابر بھی نہیں ہو سکتا جس میں تمہاری والدہ تمہیں گود میں لیکر کھڑی رہی تھی اور تمہیں اپنے پستانوں سے دودھ پلا رہی تھی۔

(علمی، ادبی، تاریخی جواہر پارے۔از نعیم الدین ناشر مکتبہ الخیر اردو بازار لاہور)

امر واقعہ یہ ہے کہ انسان نہ اللہ کا احسان اتار سکتا ہے نہ والدین کا کیونکہ وہ زمین پر خدا کی خالقیت اور ربوبیت کے بہترین مظہر ہیں۔یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی توحید اور عبادت کے قیام کے ساتھ ہی والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

قیام توحید اور برالوالدین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہ وَلَا تُشْرِکُوا بِہٖ شَیْئًا وبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (النساء:۳۷)

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔

قرآن کریم کی اس آیت اور دیگر کئی آیات میں توحید اور عبادت کے قیام کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اوران دونوں امور کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ تو کُل کائنات کا خالق و مالک ہونے کی وجہ سے شکر نعمت کا مستحق ہے اور ضروری طور پر ہر انسان کے لئے اس کے والدین ایک محدود دائرہ میں ربوبیت کا فرض سرانجام دیتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ''رِحم'' کو اپنے مقدس نام رحمان سے تخلیق کیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

قَالَ اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنَا اللّٰہُ وَاَنَاالرحمٰنُ خَلَقتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَھَا مِنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَھَا وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَھَا بَتَتُّہٗ

(جامع ترمذی کتاب البر والصلة باب فی قطیعة الرحم حدیث نمبر 1830)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اللہ ہوں اور میرا نام رحمان بھی ہے میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور میں نے اسے اپنے نام رحمان سے بنایا ہے جو اس سے تعلق جوڑے گا میں اس سے تعلق جوڑوں گا اور جو اسے کاٹے گا میں اس سے قطع تعلقی کرلوں گا۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَایَدخُلُ الجَنَۃَ قَاطِعٌ

(صحیح بخاری کتاب الادب باب اثم القاطع حدیث نمبر 5525)

یعنی قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

سب سے بڑا گناہ

انسان کمزوریوں کا خطاؤں کا پتلا ہے۔ اپنی محدود زندگی میں بے شمار گناہ کرتا ہے۔ لیکن ان گناہوں کو اپنی شدت اور شناعت کے لحاظ سے ترتیب دیا جائے تو سب سے بڑا گناہ شرک اور والدین کی نافرمانی ہے۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حرام امور کا حقیقی خلاصہ بیان فرمایا تو انہی دونوں امور پر مشتمل تھا۔ باقی سب تفاصیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ تَعَالَوا اَتلُ مَاحَرَّمَ رَبُّکُم عَلَیکُمْ اَلَّا تُشرِکُوابِہٖ شَیئًا وَبِالوالِدَیْنِ اِحْسَانًا (الانعام:۱۵۲)

تو کہہ دے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دیا ہے (یعنی) یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور (لازم کر دیا ہے کہ) والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

کہ اس آیت کو بعینہ ظاہری لفظوں میں دیکھا جائے تو یہ مطلب بنے گا۔ (۔) تم پر حرام کر دیا ہے اللہ نے کہ خدا کا شریک ٹھہراؤ یا دنیاوی تعلقات میں والدین کا شریک ٹھہراؤ کیوں کروایسا "احسانًا"۔ احسان کے پیش نظر کیونکہ اللہ کا بھی ایک ایسا احسان

ہے تم پر جس میں کوئی کائنات میں اور شریک نہیں ہے بلکہ ساری کائنات اس کے احسان کا ایک مظہر ہے۔تم پر احسان کیا تو کائنات وجود میں آئی تم پر احسان کرنا مقصود تھا تو کائنات کو پیدا کیا گیا تو اتنے بڑے احسان کے بدلے اگر تم اس کے شریک ٹھہرانے لگو تو اس سے زیادہ بے حیائی اور ناشکری ممکن ہی نہیں ہے۔اور تمہیں وجود کی خلعت بخشی ماں باپ نے ماں باپ نہ ہوں تو تمہاری دنیا وجود میں نہ آئے۔تو یہ دونوں اقدار مشترک ہیں۔مشترکہ اقدار ہیں۔خدا تعالیٰ کی تخلیق میں اور ماں باپ کے اپنے بچوں کو پیدا کرنے میں یہ دونوں قدر مشترک ہیں اور جو احسان فراموش ہیں وہ تو یہ بھی کہہ دیتے ہیں ہم نے کب خدا سے کہا تھا کہ ہمیں پیدا کرو۔اگر اپنی خاطر پیدا کیا تھا جو کچھ بھی کیا تو اس لوتھڑے کو سینے سے لگائے کیوں پھرے۔کیوں اس کی تکلیفیں برداشت کیں۔کیوں اس کو پال پوس کر پیار سے جو چیزیں اپنے اوپر خرچ کر سکتے تھے اپنی ذات کی قربانی کی ان پر خرچ کئے بچپن سے کتنے نخرے برداشت کئے۔یہ بات ثابت کرتی ہے کہ اپنی خاطر نہیں کیا۔تمہاری خاطر ہی کیا ہے۔اور احسان جو ہے وہ ان دونوں صورتوں میں بے مثال ہے کسی اور رشتے میں وہ احسان دکھائی نہیں دیتا جو خدا کے احسان سے مشابہ ہو جو ماں باپ اور بچے کے رشتے میں دکھائی دیتا ہے پس یہ وہ مضمون ہے اگر آپ غور کریں اس پر تو بڑے عظیم مطالب اس سے نکلتے ہیں۔بنیادی طور پر احسان فراموشی کو سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔بنیادی طور پر احسان نافراموشی کی تاکید فرمائی گئی یا احسان فراموشی کو حرام کر دیا۔

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 97ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14 مارچ 1997ء)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ والدین کا شکر بھی لازم کر دیا ہے فرمایا:۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهُ فِيْ

عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْر

(لقمان:15)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی۔ اس کی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری میں اٹھائے رکھا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں (مکمل) ہوا۔ (اُسے ہم نے یہ تاکیدی نصیحت کی) کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ والدین کی خدمت اور اطاعت کر کے انسان جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو صحابہؓ نے عرض کیا: کس کی؟ فرمایا: وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی عمر میں پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہو سکا۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب رغم انف من ادرک ابویہ حدیث نمبر 4627)

رمضان اور والدین

یہی مضمون آنحضرت ﷺ نے رمضان کے تعلق میں بیان فرمایا ہے۔ رمضان جس کے مقاصد سارے قرآن کریم کا خلاصہ ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور والدین کو خوش کر کے جنت الفردوس حاصل کرو۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانُ فَانْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُغْفَرَلَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْکِبَرَ فَلَمْ یُدْخِلَاهُ الْجَنَّة

(مسند احمد حدیث نمبر 7139)

وہ آدمی بڑا بدقسمت ہے جس کی زندگی میں رمضان آیا اور گزر گیا قبل اس کے کہ اس کے گناہ بخشے جائیں۔ اور وہ آدمی بھی بڑا بدقسمت ہے جس نے اپنے والدین کو اپنے پاس بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انہوں نے (اس کی خدمت کی وجہ سے) اسے جنت میں داخل نہ کرایا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم وغم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 289)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ رمضان شریف میں دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں جو نہ خدا کو پاسکیں نہ ماں باپ کا کچھ کرسکیں رمضان گزر جائے اور ان دو پہلوؤں سے ان کے گناہ نہ بخشے گئے ہوں تو یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط چیزیں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے اور اس احسان میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ یعنی اس نے آپ کو پیدا کیا اس نے سب کچھ بنایا اور ماں باپ بھی اس میں شریک ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ماں باپ کو بھی اسی نے بنایا اور ماں باپ کو جو توفیق بخشی آپ کو پیدا کرنے کی وہ اسی نے پیدا کی۔ اپنے طور پر تو کوئی

کسی کو پیدا کر ہی نہیں سکتا اپنے زور سے ایک معمولی سا خون کا لوتھڑا بھی انسان پیدا نہیں کر سکتا اگر خدا تعالیٰ نے اس کو ذرائع نہ بخشے ہوں۔

تو پہلا مضمون یہ ہے کہ اللہ خالق ہے اس لئے اس کا شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اور سب سے بڑا ظلم ہے کہ خدا جس نے سب کچھ بنایا ہو اس کو نظر انداز کر کے نعمتوں کے شکریے دوسروں کی طرف منسوب کر دئے جائیں۔ پھر اس تخلیق کا اعادہ ماں باپ کے ذریعے ہوتا ہے اور پھر ماں باپ کے ساتھ آپ کا وجود بنتا ہے۔ اگر ایک تخلیق کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ احسان کا سلوک کریں گے تو جو عظیم خالق ہے لازماً اس کے لئے بھی دل میں امتنان اور احسان کے جذبات زیادہ زور کے ساتھ پیدا ہوں گے اور پرورش پائیں گے پس یہ دو مضمون جڑے ہوئے ہیں۔

جو ماں باپ کے احسان کا خیال نہیں کرتا اور جواباً ان سے احسان کا سلوک نہیں کرتا اس سے یہ توقع کر لینا کہ وہ اللہ کے احسانات کا خیال کرے گا۔ یہ بالکل دور کی کوڑی ہے۔ پس ماں باپ کا ایک تخلیقی تعلق ہے جسے اس مضمون میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ اور رمضان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مقصد خدا تعالیٰ کو پانا قرار دے دیا ہے اور خدا تعالیٰ کو حاصل کرنا بنیادی مقصد بیان فرمایا ہے۔ پس اس تعلق سے حضرت رسول اللہ ﷺ جو سب سے زیادہ قرآن کا عرفان پلائے گئے آپ نے یہ مضمون ہمارے سامنے اکٹھا پیش کیا کہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت ہر قسم کے محسنوں کا احسان اتارنے کی کوشش کرو۔ ماں باپ کا احسان تو تم اتار سکتے ہو ان معنوں میں کہ تم مسلسل ان سے احسان کا سلوک کرتے رہو۔ عمر بھر کرتے رہو۔ اگر احسان نہ بھی اترے تو کم سے کم تم ظالم اور بے حیا نہیں کہلاؤ گے۔ تمہارے اندر کچھ نہ کچھ یہ طمانیت پیدا ہو گی کہ ہم نے اتنے بڑے محسن اور محسنہ کی کچھ خدمت کر کے تو اپنی

طرف سے کوشش کرلی ہے کہ جس حد تک ممکن تھا ہم احسان کا بدلہ اتار دیں۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا اور ایک ہی طریق ہے کہ ہر چیز میں اپنی عبادت کو اس کے لئے خالص کرلو اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ۔

(خطبہ جمعہ 17 جنوری 1997ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 7 مارچ 1997ء)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے فرمایا۔

وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالدین حدیث 3652)

ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلوالدُ اَوْسَطُ اَبوابِ الجنةِ فَاَضِعْ ذلک الباب اَو احْفَظْهُ

(سنن ترمذی کتاب البر و الصلہ باب فی الفضل فی رضا الوالدین حدیث 1822)

والد جنت میں داخلے کا بہترین دروازہ ہے۔ اب تو چاہے تو اس دروازہ کو اکھاڑ دے یا اسے محفوظ رکھ۔

شرک اور والدین کی نافرمانی

حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلا اُنَبِّئُکم بِاَکبرِ الکَبَائِرِ ثَلاثًا قَالُوا بَلٰی یَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الوالدَینِ وجَلَسَ وَکَانَ متکئًا فَقَال اَلا وَقَول الزُورِ قَالَ فَمَازَالَ یُکَرِّرُهَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَهُ سَکَتَ۔

(صحیح بخاری کتاب الشہادات باب فی شهادة الزور خدیث 2460)

یعنی حضورؐ نے تین بار فرمایا کیا میں تمہیں بڑے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں۔
صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ضرور بتائیں۔
آپؐ نے فرمایا اللہ کا شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر آپؐ جوش میں آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا سنو خبردار جھوٹ نہ بولنا۔ آپ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کاش حضور خاموش ہو جائیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ بنصرہ العزیز ان بیان کردہ تینوں امور کا تعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہیں۔

''جھوٹ سب گناہوں کی جڑ ہے۔ شرک بھی جھوٹ کا ہی نام ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا بھی ایک جھوٹ ہے .... یہ ایک ایسی بیماری ہے جو ہر شرک کی جڑ اپنے اندر رکھتی ہے ہر ناشکری کی جڑ اپنے اندر رکھتی ہے پس توحید کے منافی ایک ایسا گناہ ہے جو توحید کے ہر پہلو سے اس کی حقیقت کو چاٹ جاتا ہے کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور احسان مندی' احسان کے خیال یا شکر گزاری کے جذبات کو بھی کلیۃً چٹ کر جاتا ہے۔ جھوٹے لوگ نہ اپنے ماں باپ کے ہوتے ہیں نہ خدا کے ہوتے ہیں۔

ماں باپ کا ذکر خدا کے بعد اس تعلق میں بیان فرمایا گیا ہے اس نسبت سے بیان فرمایا گیا ہے کہ سب سے بڑا رشتہ تخلیق کا رشتہ ہے۔ خدا چونکہ خالق ہے اس لئے سب سے زیادہ اس کا حق ہے اور خدا کے بعد چونکہ ماں باپ تخلیق کے عمل میں بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ حصہ لیتے ہیں تمام رشتوں میں سب سے زیادہ تخلیقی عمل میں حصہ لینے والے ماں باپ ہوتے ہیں اس لئے خدا کے بعد اگر کسی کا حق ہے تو ماں باپ کا ہے اور جھوٹ ان دونوں کو تلف کر دیتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 24 مئی 1996ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12 جولائی 1996ء)

والدین کے حقوق کا اتلاف اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بھیانک ہے کہ بعض دفعہ وہ شرک کوتو معاف کر دیتا ہے مگر عقوق والدین کو معاف نہیں کرتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سب گناہ دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے۔ وہ اس فعل کے مرتکب کو مرنے سے پہلے زندگی میں ہی سزا دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الادب باب البر و الصلۃ)

اس ضمن میں یہ عبرتناک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ

ایک شخص نے اپنے بوڑھے والد کو غصہ میں آ کر گھر سے دور دریا کے کنارے پھینک دیا۔ اس عرصہ بعد جب اس کا بیٹا جوان ہوا تو وہ اسی شخص کو اٹھا کر دریا کے قریب پھینکنے کے لئے جا رہا تھا۔ جب کنارے پر پہنچا تو اس شخص نے کہا مجھے ذرا آگے کر کے پھینکنا کیونکہ اس جگہ تو میں نے اپنے باپ کو پھینکا تھا اور تمہارا بیٹا تمہیں اس سے آگے جا کر پھینکے گا۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

ماں باپ کے متعلق جو حسن سلوک کی تعلیم ہے کوئی ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا دونوں پہنچ جائیں اس سلسلہ میں لوگوں میں کچھ حکایتیں بھی مشہور ہیں اور کچھ حکایتیں ایسی بھی ہیں جو واقعات پر مبنی ہیں۔ ان لوگوں کے نام لئے بغیر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ اپنے بوڑھے باپ سے ایسا سلوک بھی کرتے ہیں کہ اس کو نوکروں کے کوارٹروں میں جگہ دیتے ہیں۔ اس کے لئے اپنے پھٹے پرانے کپڑے رکھتے ہیں تا کہ وہ کسی غریب کو صدقہ دینے کی بجائے اپنے باپ کو دے دیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ یہ مشہور

ہے کہ ایک باپ کو اپنا بچہ بہت پیارا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اس کے کمرے کی تلاشی لی' دیکھا کہ کیا جمع کرتا ہے۔ اس میں بہت پھٹے پرانے بڑے سائز کے کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ تو باپ نے حیرت سے پوچھا:۔ بیٹا! تم نے اپنے کمرے میں یہ کیا گند جمع کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا یہ آپ کے لئے ہے۔ جس طرح آپ نے میرے دادا کے لئے گندے کپڑے رکھے ہوئے تھے تو میں نے کہا وہی سلوک آپ سے ہونا چاہئے۔ جب آپ بڑی عمر کو پہنچیں گے تو آپ کو میں یہی کپڑے پہناؤں گا جو آپ میرے دادا کو پہنایا کرتے تھے۔ تو یہ ایک سبق آموز بات ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے واقعۃً لوگ اپنے باپ سے اور بعض دفعہ اپنی ماؤں سے ایسا سلوک کرتے ہیں جو نہایت ناقابل برداشت ہے۔ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ نصیحت میں ان کو پہنچا دیتا ہوں کہ اگر تم نے ماں باپ یا دونوں کے قدموں سے جنت نہ لی تو ساری عمر ضائع کر دی اور اس کے متعلق ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر رمضان گزر جائے اور کوئی شخص جنت نہ کما سکے اس پر بھی تف ہے۔ پس ابھی رمضان بھی گزر رہا ہے اس کے پس منظر میں یہ بھی یاد رکھیں کہ ماں باپ کی خدمت کی جتنی توفیق مل سکے اور ضرور کریں۔ باپ کے متعلق تو کہہ سکتے ہیں کہ بعض دفعہ وہ اولاد پر سختی بھی کرتا ہے' مائیں بھی کرتی ہیں مگر جیسا دل ماں کا نرم ہے ایسا بچے کے لئے اور کسی کا دل نرم نہیں ہوتا۔

(الفضل ربوہ 2 مئی 2000ء)

سورۃ دھر آیت 9 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما وَ اسیرا

اور وہ کھانے کو اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اس آیت میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں کیونکہ وہ بوڑھے اور ضعیف ہو کر بے دست و پا ہو جاتے ہیں اور محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالنے کے قابل نہیں رہتے اس وقت ان کی خدمت ایک مسکین کی خدمت کے رنگ میں ہوتی ہے اور اسی طرح اولاد جو کمزور ہوتی ہے اور کچھ نہیں کر سکتی اگر یہ اس کی تربیت اور پرورش کے سامان نہ کرے تو وہ گویا یتیم ہی ہے پس ان کی خبر گیری اور پرورش کا تہیہ اسی اصول پر کرے تو ثواب ہوگا۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 599)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اس تسلسل میں فرماتے ہیں۔

یہ ایک بہت ہی عارفانہ نکتہ ہے جو پہلے کسی عالم کو نہیں سوجھا کہ اس میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں۔ جو اپنی دلی مسکینی اور عاجزی کی وجہ سے بچوں سے کچھ مطالبہ نہیں کرتے' کچھ نہیں کہتے کہ ان کو کیا ضرورت ہے۔ تو ایسے بچوں کو چاہئے کہ خود اپنے والدین کی احتیاجوں اور ضرورتوں پر نگاہ رکھیں اور ان کی ہر ضرورت کو ان کے مانگنے سے پہلے دے دیا کریں۔ کیونکہ مسکین وہ ہے جو مانگتا نہیں' غربت اور بدحالی کے باوجود مانگتا نہیں۔ اور ان کے اس تعفّف کی وجہ سے بعض لوگ ان کو اغنیاء سمجھ لیتے ہیں۔ تو سب سے پہلے تو ماں باپ کی ضرورتوں پر دھیان ہونا چاہئے۔ ان کو موقعہ ہی نہیں دینا چاہئے کہ ان کو مانگنے کی ضرورت پڑے اور مسکین سمجھتے ہوئے یعنی دل کے مسکین سمجھتے ہوئے ان کی ضرورت کو مانگنے سے پہلے ہی پورا کر دینا چاہئے۔

(الفضل 2 مئی 2000ء)

احترام والدین کا عالمی منشور

اسلام ایک ایسا فطری مذہب ہے کہ اس نے والدین کی عزت کے معاملہ کو انسانی بنیاد پر عالمگیر بنا دیا ہے۔ اور صرف اپنے والدین نہیں دوسروں کے والدین کی عزت کو بھی قائم کیا ہے اور چونکہ انسانوں کی بھاری اکثریت والدین بنتی ہے اس لئے درحقیقت اس حکم کے ذریعہ دین نے عالمی صلح و امن کے لئے عظیم الشان بنیادیں قائم کر دی ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

ایک بہت بڑا گناہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ حضور سے عرض کیا گیا کہ کوئی شخص اپنے والدین پر کس طرح لعنت کر سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

جب کوئی شخص دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواباً اس کے والد کو گالی دیتا ہے۔ اور جب کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواباً اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

(اس طرح آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دینے والا بن جاتا ہے)

(بخاری کتاب الادب باب لا یسب الرجل والدہ حدیث 5516)

اس حکم کی بنیاد اس حکم قرآنی پر ہے کہ

مخالفین کے غیر اللہ معبودوں کو بھی برا بھلا نہ کہو ورنہ وہ دشمنی اور جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں گے۔ (انعام۔109)

ان دونوں حکموں کے ذریعہ بھی توحید اور والدین کے حقوق کے باہمی گہرے رابطہ پر روشنی پڑتی ہے۔

اسی لئے فرمایا۔

اگر کوئی کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالیاں دے گا تو اپنے ماں باپ کی عزت نیلام کرنے والا ہوگا۔ اس لئے والدین کی عزت برقرار رکھنے کے لئے دوسروں کے والدین کا احترام ضروری ہے۔

اس طرح والدین کی حرمت کے قیام کے ذریعہ اسلام نے عالمی امن اور صلح کی مضبوط بنیادیں قائم کر دی ہیں۔

باب دوم

خدمت کے بلند نمونے

☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رضاعی والدہ کو چالیس بکریاں اور مال سے لدا ہوا اونٹ عطا فرمایا۔

رضاعی والدہ کے قبیلہ کی درخواست پر حضورؐ نے چھ ہزار قیدیوں کو رہا کر دیا۔

حضرت اسامہؓ نے والدہ کی خواہش پر قیمتی درخت قربان کر دیئے۔

ابدی حکم

والدین کی عزت اور اطاعت کا حکم قرآن کریم سے خاص نہیں بلکہ کتب قیمہ کا حصہ ہے یعنی ان ابدی احکامات کا جو ہمیشہ سے انسان کو عطا کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کریم بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

بنی اسرائیل کو نصیحت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (البقرہ: ۸۴)

یعنی جب ہم نے بنی اسرائیل کا میثاق (ان سے) لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین سے احسان کا سلوک کرو گے۔

اس ارشاد کی تفصیل کے لئے جب بائبل کی طرف رجوع کریں تو ان احکام پر نظر پڑتی ہے۔

خروج باب 20 آیت 12 میں لکھا ہے:۔

"تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تا کہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہووے"۔

اسی طرح استثناء باب 21 آیت 18 تا 21 میں بھی اس کا ذکر یتا ہے۔ لکھا ہے:۔

"اگر کسی آدمی کا بیٹا گردن کش اور گراہو جو اپنے باپ اور اپنی ماں کی آواز کو نہ سنے اور وے ہر چند اسے تنبیہ کریں پر وہ ان پر کان نہ لگاوے۔ تب اس کا باپ

اوراس کی ماں اسے پکڑیں اور باہر لے جا کر اس شہر کے بزرگوں کے پاس اوراس جگہ کے دروازے پر لائیں اور وے اس شہر کے بزرگوں سے عرض کریں کہ یہ ہمارا بیٹا گردن کش اور گمراہ ہے ہرگز ہماری بات نہیں مانتا۔ بڑا ہی کھاؤ اور متوالا ہے۔تو اس کے شہر کے سب لوگ اس پر پتھراؤ کریں کہ وہ مر جائے تو شرارت کو اپنے درمیان سے یوں دفع کیجیئو تا کہ سارا اسرائیل سنے اور ڈرے"۔

انبیاء کے پاکیزہ نمونے

قرآن کریم نے انبیاء کے پاکیزہ نمونے پیش فرمائے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم نے اپنی رویا کا ذکر حضرت اسماعیل سے کرتے ہوئے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے یقیناً میں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں پس غور کر تیری کیا رائے ہے۔اس نے کہا اے میرے باپ وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے یقیناً اگر اللہ چاہے گا تو مجھے تو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

(الصافات 103)

اس طرح حضرت اسماعیلؑ اپنے والد کی خواب پوری کرنے کے لئے گردن کٹانے کی خاطر تیار ہو گئے۔ والد کی اطاعت اور پھر اس کا عظیم الشان اجر ملنے کی یہ بے نظیر مثال ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت یوسف کے والدین اور بھائی یوسف کے

سامنے پیش ہوئے تو اس نے اپنے والدین کو اپنے قریب جگہ دی اور کہا کہ اگر چاہے تو مصر میں امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اور اس نے اپنے والدین کو عزت کے ساتھ تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کی خاطر سجدہ ریز ہو گئے۔ (سورۃ یوسف 100'101)

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَبَرّاً بِوَالِدَيْهِ وَلَم يَكُن جَبَّارًا عَصِياً (مریم۔15)

وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا تھا اور ہرگز سخت گیر اور نافرمان نہیں تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا۔

وبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ولَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبّارًا شَقِيّاً (مریم۔33)

اللہ نے مجھے اپنی ماں سے حسن سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے سخت گیر اور سخت دل نہیں بنایا۔

کامل وجود

والدین کی خدمت کو کمال تک پہنچانے والا وجود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا تھا۔ آپؐ نے نہ صرف اس بارہ میں جامع احکامات دیئے بلکہ ایسے عملی نمونے پیش فرمائے جو تمام اقوام کے لئے ہر زمانہ میں مشعل راہ ہیں۔

اسوہ رسولؐ

آنحضرت ﷺ کے والد محترم تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ اور آپ چھ سال کے تھے کہ آپ کی والدہ محترمہ بھی رحلت فرما گئیں۔ اس طرح حضور ﷺ کو تقدیر الٰہی کے ماتحت والدین کی براہ راست خدمت کا موقع تو نہیں ملا مگر ان کے لئے آپ کے دل میں محبت کے بے پناہ جذبات تھے جن کے ماتحت آپ مسلسل درد سے ان کے لئے دعائیں کرتے رہے۔

مگر ان کی خدمت کے جذبہ کی تسکین آپؐ نے رضاعی والدین کی خدمت کر کے حاصل کی۔ اور یہ نمونہ چھوڑا کہ اگر اصلی والدین زندہ ہوتے تو آپؐ ان کی خدمت میں کیا کیا کسر نہ اٹھا رکھتے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔

حضور ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ مکہ میں آئیں اور حضور ﷺ سے مل کر قحط اور مویشیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ سے مشورہ کیا اور رضاعی ماں کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ مال سے لدا ہوا دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ 113)

ایک خاتون نے جنہوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا حضور ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی جب وہ حضور ﷺ کے پاس آئیں تو حضور ﷺ نے امی امی کہتے ہوئے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی جس پر وہ بیٹھ گئیں۔

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 114)

حضرت ابوالطفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ جعرانہ مقام پر

گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک عورت آئی اور حضور ﷺ کے قریب چلی گئی۔ حضور ﷺ نے اس کی بہت تعظیم کی اور اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے تو لوگوں نے کہا یہ حضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب برالوالدین حدیث 4477)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

ماں کی عزت تو الگ بات ہے اپنی رضاعی والدہ کے لئے آنحضرت ﷺ اس قدر اپنے دل میں احترام رکھتے تھے' اپنی چادر ان کے لئے بچھا دی۔ اگر ماں زندہ ہوتی تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیا سلوک فرماتے۔ جو اپنی رضاعی والدہ کے لئے ایسا نرم گوشہ رکھتا ہے وہ اپنی حقیقی والدہ کے لئے تو بلاشبہ ایک مثالی بیٹا ثابت ہوتا مگر یہ مقدر نہیں تھا۔ اللہ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے۔ (الفضل ربوہ 2 مئی 2000ء)

ایک بار حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا۔ پھر رضاعی ماں آئیں تو آپ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب برالوالدین حدیث 4479)

حضرت حلیمہ سعدیہ سے بھی پہلے حضور ﷺ کو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ حضور ﷺ اور حضرت خدیجہؓ اس کا مکہ میں بہت خیال رکھتے۔ حضرت خدیجہ نے تو ابولہب سے اس کو خرید کر آزاد کرنا چاہا مگر ابولہب نے انکار کر دیا۔ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔

حضور ﷺ ہجرت کے بعد بھی اس کے حالات سے خبر رکھتے اور کپڑوں وغیرہ سے مدد فرماتے رہتے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ 109۔ بیروت 1960ء)

جنگ حنین میں بنو ہوازن کے قریباً چھ ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان میں حضرت حلیمہ کے قبیلہ والے اور ان کے رشتہ دار بھی تھے جو وفد کی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کی رضاعت کا حوالہ دے کر آزادی کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے انصار اور مہاجرین سے مشورہ کے بعد سب کو رہا کر دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ 114۔ بیروت 1960ء)

صحابہؓ اور بزرگان امت کے نمونے

آنحضرت ﷺ کی تربیت کے نتیجہ میں صحابہ اور بعد میں آنے والے بزرگان نے بھی اس مضمون میں نئے عنوان قائم کئے۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت اسامہؓ کے پاس کھجور کے کئی درخت تھے۔ ایک دفعہ کھجور کے درختوں کی قیمت غیر معمولی طور پر بڑھ گئی۔ انہی ایام میں حضرت اسامہؓ نے ایک درخت کا تنا کھوکھلا کر کے اس کا مغز نکلا اور اپنی والدہ کو کھلایا۔ لوگوں نے حضرت اسامہؓ سے کہا ان دنوں کھجور کی قیمت بہت چڑھی ہوئی ہے۔ آپ نے ایسا کر کے قیامت گرادی ہے۔ فرمایا یہ میری والدہ کی فرمائش تھی اور وہ جس چیز کا مطالبہ کرتی ہیں اگر وہ میرے بس میں ہو تو میں ضرور پوری کرتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 صفحہ 71 دار بیروت للطباعۃ۔ بیروت۔ 1957ء)

ایک صحابی نے پیدل خانہ کعبہ تک آنے اور حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر بڑھاپے کی وجہ سے وہ بغیر سہارے کے ایسا کرنے سے قاصر تھے۔ ان کے دونوں بیٹے ان کو سہارا دے کر حج کرانے کے لئے لائے۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو ان صحابی سے فرمایا سوار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اپنے نفسوں کو عذاب دینے سے غنی ہے۔

(مسلم کتاب النذر باب من نذر ان یمشی الی الکعبۃحدیث3100)

ایک صحابی نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی ھبہ کی۔

(سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب الرجل یھب الھبۃ حدیث 2492)

ایک صحابی نے کھجوروں کا ایک باغ اپنی والدہ کو تحفہ کے طور پر دیا اور والدہ کی وفات کے بعد ان کے نام پر صدقہ کر دیا۔

(ابوداؤد کتاب البیوع باب من قال فیہ و لعقبہ حدیث 3087)

حضرت امام ابوحنیفہ

حضرت امام ابوحنیفہ کا نمونہ بھی لائق تقلید ہے۔ ان کے والد امام صاحب کے بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ لیکن والدہ مدت تک زندہ رہیں اور امام کو ان کی خدمت گزاری کا کافی موقع ہاتھ آیا وہ مزاج کی شکی تھیں۔ اور جیسا کہ عورتوں کا قاعدہ ہے۔ واعظوں اور قصہ گویوں کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتی تھیں۔ کوفہ میں عمرو بن زرقہ ایک مشہور واعظ تھے۔ ان کے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتیں کہ عمرو بن زرقہ سے پوچھ آؤ۔ امام تعمیل ارشاد کے لئے ان کے پاس جا کر مسئلہ پوچھتے' وہ عذر کرتے کہ آپ کے سامنے میں کیا زبان کھول سکتا ہوں۔ فرماتے کہ ''والدہ کا یہی حکم ہے''۔ اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو کو مسئلہ کا جواب نہ آتا تو امام صاحب سے درخواست کرتے کہ آپ مجھ کو بتا دیں میں اسی کو آپ کے سامنے دہرا دوں۔''

کبھی کبھی اصرار کرتیں کہ میں خود چل کر پوچھوں گی خچر پر سوار ہوتیں امام صاحب پا پیادہ ساتھ ہوتے۔ خود مسئلہ کی صورت بیان کرتیں اور اپنے کانوں سے جواب سن لیتیں۔ تب تسکین ہوتی۔ ایک دفعہ امام صاحب سے پوچھا کہ یہ صورت پیش آئی ہے۔ مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ امام صاحب نے جواب بتایا۔ بولیں تمہاری سند نہیں۔ زرقہ واعظ تصدیق کریں تو مجھ کو اعتبار آئے۔ امام صاحب ان کو لے کر زرقہ کے پاس گئے اور

مسئلہ کی صورت بیان کی۔ زرقہ نے کہا آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ کیوں نہیں بتا دیتے۔ امام صاحب نے فرمایا میں نے یہ فتویٰ دیا تھا زرقہ نے کہا کہ بالکل صحیح ہے۔ یہ سن کر ان کو تسکین ہوئی اور گھر واپس آئیں۔ ابن ھبیرہ نے جب امام صاحب کو بلا کر میر منشی مقرر کرنا چاہا اور انکار کے جرم پر درے لگوائے۔ اس وقت امام صاحب کی والدہ زندہ تھیں۔ ان کو نہایت صدمہ ہوا۔ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنی تکلیف کا چنداں خیال نہ تھا۔ البتہ یہ رنج ہوتا تھا کہ میری تکلیف کی وجہ سے والدہ کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے۔

(سیرۃ ائمہ رابعہ صفحہ 73 از رئیس احمد جعفری غلام علی اینڈ سنز)

رفقاء مسیح موعود

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی تقرری بطور مربی انگلستان ہوئی تو ان کی تنخواہ سو روپے ماہوار تھی۔ چندے اور دوسری کٹوتیوں کے بعد انہیں ساٹھ روپے ماہوار ملتے تھے جس میں سے بڑا حصہ وہ اپنی والدہ کو بھیج دیتے تھے۔

(الفضل 18 دسمبر 1955ء)

حضرت مسیح موعود کی خدمت میں ایک ضعیف العمر شخص غالباً وہ بیعت میں داخل تھا۔ اور اس کا بیٹا نائب تحصیلدار تھا۔ جو اس کے ساتھ حاضر ہوا۔ باپ نے شکایت کی کہ یہ میرا بیٹا میری یا اپنی ماں کی خبر گیری نہیں کرتا۔ اور ہم تکلیف سے گزارہ کرتے ہیں۔ حضور نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **یطعمون الطعام** (۔) اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ جب کوئی شخص اپنے ماں باپ اور اولاد اور بیوی کی خبر نہ لے۔ تو وہ بھی اس حکم کے نیچے مساکین (ماں باپ) یتامی (بچے) اسیر (بیوی) میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تم خدا تعالیٰ کا یہ حکم مان کر

ہی آئندہ خدمت کرو۔ تمہیں ثواب بھی ہوگا اوران کی خبر گیری بھی ہو جائے گی۔اس نے عہد کیا کہ آج سے میں اپنی کل تنخواہ ان کو بھیج دیا کروں گا۔ یہ خود مجھے میرا خرچ جو چاہیں بھیج دیا کریں۔پھر معلوم ہوا کہ وہ ایسا ہی کرتا رہا۔

(رفقائے احمد جلد 4 صفحہ 101 ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان)

سگے بیٹوں سے بڑھ کر

حضرت مولوی ابوالمبارک محمد عبداللہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مجھے اپنے سوتیلے والد خواجہ امیرالدین صاحب (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔ وصیت نمبر 1895 جو میرے والد صاحب کے ماموں زاد بھائی تھے) کی خدمت کا بھی بہت موقع ملا۔آپ لاولد تھے۔ جب آپ بوڑھے ہوگئے اور کسی قسم کا کام کرنے کے قابل نہ رہے تو ان کی تیمارداری اور ہر قسم کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان کی زندگی کے آخری سالوں میں مَیں گورنمنٹ ہائی سکول پسرور میں تعینات تھا۔ میں بعض اوقات ان کے کھانے کے لئے 20-20 سیر ساگودانہ قادیان لے جاتا تھا کیوں کہ عام کھانا ان کو ہضم نہ ہوتا تھا۔وہ اپنے بھائیوں کو فخریہ کہا کرتے تھے کہ میرے سوتیلے بیٹے سے اپنے سگے بیٹوں کا مقابلہ کرلیں۔

ایک دفعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سال 1925ء میں ایک دفعہ دومہینوں کی اکٹھی تنخواہ ملی جو میں نے قادیان آکر اپنے والدین کو پیش کر دی۔ اس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بعد نماز عصر بیت الاقصیٰ میں تقریر تھی۔ میں بھی گیا۔حضور نے فرمایا کہ جماعت پر خاصہ قرض ہوگیا ہے اور ملازموں کی دو دو تین تین ماہ کی تنخواہ رکی ہوئی ہے۔حضور نے اس ضمن میں خاص

چندہ کی تحریک فرمائی۔ مخمصے میں پڑ گیا۔ دونوں ماہ کی تنخواہ تو والدین کو دے چکا تھا۔ اور مانگنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ شام کو آیا تو میرے (سوتیلے) والد صاحب نے پوچھا کہ حضور نے اپنی تقریر میں کیا فرمایا ہے۔ میرے بتانے پر انہوں نے فوراً ایک ماہ کی تنخواہ جو -/52 روپے سے زائد تھی۔ حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے واپس کر دی۔ میں نے اگلے دن وہ رقم حضور کو بھجوا دی۔ (حیات ابوالمبارک صفحہ 54,58)

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب

محترم ڈاکٹر عبدالسلام کی بیٹی ڈاکٹر رحمان تحریر فرماتی ہیں۔

ابا جان کی اپنے والدین کے لئے محبت اور ان کا اپنے بیٹے کے لئے والہانہ عشق فقید المثال تھا میرے دادا جان چودھری محمد حسین صاحب بذات خود ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے اللہ تعالیٰ سے عشق اور مذہب سے محبت ان کو اپنی زندگی کے اوائل سے ہی تھی خدا نے ان کی رہنمائی دعاؤں اور کشوف و رؤیا سے کی اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر 1914ء میں احمدیت قبول کی جب وہ محض 12 سال کے تھے میرے والد کی پیدائش کے بعد انہوں نے اپنی زندگی اپنے بیٹے میں جملہ خوبیوں کو اجاگر کرنے اور ان کے تعلیمی کیریئر کو بہتر بنانے کے لئے وقف کر دی یہ میرے دادا ہی تھے جنہوں نے میرے والد میں مطالعہ کا ذوق پیدا کیا اور ان میں عرق ریزی و محنت کرنے کا نظم و نسق پیدا کیا۔

دادا جان مرحوم و مغفور کا ایک ہر دلعزیز مقولہ یہ تھا Time and tide wait for no man میرے پیارے ابا جان دادا مرحوم کے مکمل مطیع اور فرمانبردار تھے اور ان کی رہنمائی کو بغیر سوچے و سمجھے قبول کرتے تھے میری دادی اماں کا نام ہاجرہ تھا جو حافظ نبی بخش صاحب کی دختر تھیں۔ دادی ماں نہایت رحمدل۔ سراپا محبت اور سادہ لوح

انسان تھیں۔ جب کبھی ابا جان امتحان کی تیاری کر رہے ہوتے تو وہ جائے نماز بچھا کر نوافل میں دعا کرتیں کہ کامیابی ان کے قدم چومے۔ وہ میرے ابا جان کی بہت عزت کرتی تھیں یہی حال ابا جان کا تھا جب میرے والد نے نوبیل انعام جیتا تو اس سے ملنے والی رقم سے انہوں نے مستحق طلباء کے لئے ''ایک سکالرشپ'' جاری کیا جس کا نام ''محمد حسین وہاجرہ حسین فاؤنڈیشن'' رکھا۔

ابا جان کی یہ وصیت تھی کہ بعد از وفات ان کو والدین کی قبروں کے ساتھ کی جگہ میں دفنایا جائے چنانچہ اللہ کے خاص کرم سے قبرستان میں ان کے لئے قبر کی جگہ محفوظ کر لی گئی تھی ان کی رحلت کے بعد میں اور میرا بھائی (احمد سلام) ان کے کاغذات دیکھ رہے تھے تو پتہ چلا کہ انہوں نے وصیت نامے میں ایک بات کا اضافہ کیا تھا جو یہ تھا۔

اگر کسی وجہ سے مجھے ربوہ نہ لے جایا جا سکے تو میرے کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہو ''اسکی خواہش تھی کہ وہ ماں کے قدموں میں دفن ہو''۔

(الفضل ربوہ 3 جنوری 2001ء)

باب سوم

معروف اطاعت

☆

والدین سے ایسی باتیں کہو جن میں ان کی
بزرگی اور عظمت پائی جائے

☆

بوڑھے اور مخالف دین ماں باپ کی خدمت کی شاندار تعلیم

حضورؐ نے حضرت اسماء کو مشرک والدہ سے

حسن سلوک کا حکم دیا

والدین کے ساتھ احسان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (بنی اسرائیل:24`25)

اور تیرے رب نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی' تو انہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔

اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پر جھکا دے اور کہہ کہ میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

یہ آیت معارف کا بہت بڑا خزانہ ہے اور متعدد مضامین پر بہت عمدگی سے روشنی ڈالتی ہے چند اہم مضامین یہ ہیں۔

(1) والدین کے ساتھ احسان کیسے کیا جائے۔

(2) ناپسندیدگی اور کراہت کے باوجود ان کی اطاعت کی جائے۔

(3) والدین کے لئے دعا۔

ان سب مضامین کی تفصیل ترتیب وار ج کی جاتی ہے۔

وبالوالدین احسانا

والدین کے ساتھ جہاں تک احسان کا تعلق ہے اس کے متعلق یہ قطعی امر ہے کہ انسان اپنے والدین کے احسانات اتار نہیں سکتا۔

بلکہ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر ایک شخص کا پورا مال اس کے والد کی ملکیت قرار دیا۔ یہ ورثے کا اور قانونی مسئلہ نہیں تھا بلکہ تربیتی اور اخلاقی لحاظ سے اولاد کو ایک زبردست نصیحت تھی۔

ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ۔ میرے پاس مال ہے اور اولاد بھی ہے۔ لیکن میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے۔ اس بارہ میں حضور ﷺ رہنمائی فرمائیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

تو اور تیرا مال سب تیرے والد کا ہے پھر فرمایا تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے اس لئے اپنی اولاد کی کمائی کھا سکتے ہو۔

(ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یا کل من مال والدہ حدیث 3061)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا۔

وبالوالدین احسانا

ماں باپ ایک تربیت کے متعلق ہی جس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں اگر اس پر غور کیا جائے تو بچے پیر دھو دھو کر پئیں۔

میں نے چودہ 14 بچوں کا بلا واسطہ باپ بن کر دیکھا ہے کہ بچوں کو ذرا سی تکلیف سے والدین کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ان کے احسانات کے شکریہ میں ان کے حق میں دعا کرو۔ میں اپنے والدین کے لئے دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکا۔ کوئی ایسا جنازہ نہیں

پڑھا ہو گا جس میں ان کے لئے دعا نہ کی ہو۔جس قدر بچہ نیک بنے ماں باپ کو راحت پہنچتی ہے اور وہ اسی دنیا میں بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 24 فروری 1910ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس مضمون پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

وبالوالدین احسانا کا حکم دے کر والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم بیان کیا ہے۔ کیونکہ والدین کا احسان خدا تعالیٰ کے احسان کا ظل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان حقیقی ہوتا ہے اور باقی سب احسان ظلی ہوتے ہیں۔ اور چونکہ والدین بھی اپنی اولاد کے لئے خدا تعالیٰ کی صفات کے ایک رنگ میں مظہر ہوتے ہیں۔ اس لئے توحید کے ذکر کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے۔

و بالوالدین احسانا سے یہ دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ والدین سے سلوک بھی احسان کے معروف معنوں میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں احسان کا لفظ عام معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ ایک اور معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ کسی امر کے بدلہ کے لئے بھی وہی لفظ استعمال کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ظلم کے بدلہ کا نام بھی ظلم رکھ دیا جاتا ہے اور اس سے مراد ظلم نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی صرف ظلم کا بدلہ لینے کے ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 6 نظارت اشاعت ربوہ 1963ء)

پھر فرمایا:۔

توحید پر یقین رکھنے کا حکم دینے کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف ہی توجہ دلاتے ہیں۔ وہ طبعی قانون کا ایک ایسا ظہور ہیں جو قانون شریعت کی طرف لے جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مبدی (پیدا کرنے والی ذات) پر دلالت کرتے ہیں۔ والدین کے ذریعہ سے پیدائش بتاتی ہے کہ انسان اتفاقی

طور پر پیدا نہیں ہو گیا۔اس سے پہلے کوئی اور تھا۔اور اس سے پہلے کوئی اور۔غرض ایک لمبا سلسلہ تھا۔جس سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر شہادت ملتی ہے۔

بغیر تناسل کے اصول کے انسان کا ذہن مبدا کی طرف جا ہی نہیں سکتا تھا۔اگر یہ نظام نہ ہوتا تو انسان کو اس لمبی کڑی کی طرف کبھی توجہ ہی نہ ہوتی۔لیکن اس کے ساتھ ہی سلسلہ تناسل یہ بھی بتاتا ہے کہ انسانی پیدائش کی غرض اور اس کا مقصد بہت بڑا ہے پس توحید کے حکم کے بعد والدین کے متعلق احسان کا حکم دیا کیونکہ ایک احسان کی قدر دوسرے احسان کی قدر کی طرف توجہ کو پھراتی ہے۔

وبالوالدین احساناً. اس کا عطف ان پر ہے پورا جملہ یہ ہے ان احسنوا بالوالدین احساناً۔یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ حکم دیا ہے کہ خدا کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ اور ایک یہ کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔اس جملہ میں کیا لطیف رنگ اختیار کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے احسانات کا انسان بدلہ نہیں دے سکتا۔اس لئے خدا تعالیٰ کے ذکر میں یہ بیان کیا کہ احسان تو تم کر نہیں سکتے پس ظلم سے تو بچو۔لیکن والدین کے احسان کا بدلہ دیا جاسکتا ہے۔اس لئے ان کے بارہ میں مثبت حکم دیا۔

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 321 نظارت اشاعت ربوہ)

سر تسلیم خم رہے

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

فلا تقل لهما اف (۔) یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کرو جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت ﷺ ہیں لیکن دراصل مرجع کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ آپ کی خورد سالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں

ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جب کہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے اور اسی کی طرف یہ دوسری آیت اشارہ کرتی ہے۔

وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً

یعنی تیرے رب نے چاہا ہے کہ تو فقط اسی کی بندگی کر اور والدین سے احسان کر۔ اس آیت میں بت پرستوں کو جو بت کی پوجا کرتے ہیں سمجھایا گیا ہے کہ بت کچھ نہیں ہیں اور بتوں کا تم پر کچھ احسان نہیں ہے انہوں نے تمہیں پیدا نہیں کیا اور تمہاری خورد سالی میں وہ تمہارے متکفل نہیں تھے اور اگر خدا جائز رکھتا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی پرستش کی جائے تو یہ حکم دیتا کہ تم والدین کی بھی پرستش کرو کیونکہ وہ بھی مجازی رب ہیں اور ہر ایک شخص طبعاً یہاں تک کہ درند چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردسالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ پس خدا کی ربوبیت کے بعد ان کی بھی ایک ربوبیت ہے اور وہ جوش ربوبیت کا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 204-205)

قل لھما قولا کریما کا خوبصورت ترجمہ حضرت مسیح موعود نے یہ فرمایا ہے۔

ان سے ایسی باتیں کہو جن میں ان کی بزرگی اور عظمت پائی جائے۔

(ایک عیسائی کے تین سوال اوران کے جوابات صفحہ 4)

حضرت مسیح موعود کا خط

اس ضمن میں حضور کا ایک بہت ہی دل دہلا دینے والا ہے۔

شیخ عبدالوہاب صاحب ہندوؤں سے احمدی ہوئے تھے۔ اور ان کی دعوت الی اللہ سے والدہ بھی احمدی ہوگئیں۔ شیخ صاحب نے شادی کرنا چاہی تو والدہ نے اس

خیال سے کہ بیٹا الگ ہو جائے گا رضا مندی ظاہر نہ کی۔اور جب انہوں نے شادی کر لی تو اکثر اوقات بہو پر سختی کرتیں اور شیخ صاحب کچھ عرض کرتے تو برا مناتیں۔شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ آخر میری والدہ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں قادیان حاضر ہوئیں اور نہ معلوم حضور سے کیا کیا میری شکایت کی۔ جب وہ واپس آئیں تو حضور کے دست مبارک کا ایک خط ساتھ لائیں۔جس پر حضور نے اپنے دستخط کرنے کے علاوہ اپنی مہر اور نشان انگوٹھا بھی ثبت فرمایا تھا۔حضور کا مکتوب گرامی یہ تھا۔

مجھ کو یہ بات سن کر بہت رنج ہوا۔اور دل کو سخت صدمہ پہنچا۔کہ تم اپنی والدہ مسماۃ نکی کی کچھ خدمت نہیں کرتے اور سختی سے پیش آتے ہو اور دھکے بھی دیتے ہو۔تمہیں یاد رہے کہ یہ طریق اسلام کا نہیں۔خدا اور اس کے رسول کے بعد والدہ کا وہ حق ہے جو اس کے برابر کوئی حق نہیں۔خدا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو والدہ کو بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس کی خدمت نہیں کرتا۔اور نہ اطاعت کرتا ہے وہ قطعی دوزخی ہے پس تم خدا سے ڈرو۔موت کا اعتبار نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ بے ایمان ہو کر مرو۔حدیثوں میں آتا ہے کہ بہشت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کی والدہ کو رات کے وقت پیاس لگی تھی۔اس کا بیٹا اس کے لئے پانی لے کر آیا۔اور وہ سو گئی۔بیٹے نے مناسب نہ سمجھا۔کہ اپنی والدہ کو جگا دے تمام رات پانی لے کر اس کے پاس کھڑا رہا۔کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی وقت جاگے اور پانی مانگے۔اور اس کو تکلیف ہو۔خدا نے اس خدمت کے لئے اس کو بخش دیا۔سو سمجھ جاؤ کہ یہ طریق تمہارا اچھا نہیں ہے۔ اور انجام کار ایک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔اور اپنی عورت کو بھی کہو کہ تمہاری والدہ کی خدمت کرے اور بدزبانی نہ کرے۔اور اگر باز نہ آوے تو اس کو طلاق دے دو۔اگر تم میری ان نصیحتوں پر عمل نہ کرو۔تو میں خوف کرتا ہوں کہ عنقریب تمہاری موت کی خبر

نہ سنوں۔تم نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ کا قہر نازل ہے اور طاعون دنیا کو کھائے جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی بدعملی کی وجہ سے طاعون کا شکار ہو جاؤ۔اور اگر تم اپنے مال سے اپنی والدہ کی خدمت کرو گے تو خدا تمہیں برکت دے گا۔ یہ وہی والدہ ہے کہ جس نے دعاؤں کے ساتھ تمہیں ایک مصیبت کے ساتھ پالا تھا۔اور ساری دنیا سے زیادہ تم سے محبت کی۔ پس خدا اس گناہ سے درگزر نہیں کرے گا۔ جلد توبہ کرو۔ جلدی توبہ کرو۔ ورنہ عذاب نزدیک ہے۔اس دن پچھتاؤ گے دنیا بھی جائے گی اور ایمان بھی۔ میں نے باوجود سخت کم فرصتی کے یہ خط لکھا ہے۔ خدا تمہیں اس لعنت سے بچاوے جو نافرمانوں پر پڑتی ہے اگر تمہاری والدہ بدزبان ہے اور خواہ کتنا ہی بدخلقی کرتی ہے۔خواہ کیسا ہی تمہارے نزدیک بری ہے اور سب باتیں اس کو معاف ہیں کیونکہ اس کے حق ان تمام باتوں سے بڑھ کر ہیں۔

تمہاری خوش قسمتی ہوگی کہ میری اس تحریر کو پڑھ کر توبہ کرو۔اور سخت بدقسمتی ہوگی کہ میری اس تحریر سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس خط کو پڑھ کر کانپ گیا۔اور میرے بدن میں کپکپی پیدا ہوگئی۔ بڑی خوشامد اور لجاجت سے اپنی والدہ سے معافی مانگی اور ان کو خوش کیا۔اور زندگی بھر ان کی فرمانبرداری اور دل جوئی کو اپنا نصب العین بنالیا۔

(رفقائے احمد جلد 10 ص 72 ملک صلاح الدین صاحب۔ احمدیہ بک ڈپو قادیان طبع اوّل 1966ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

فلاتقل لھما اف

اس قدر ان کی مدارت رکھو کہ اُف کا لفظ بھی منہ سے نہ نکلے چہ جائیکہ ان کو

جھڑکو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان 24 فروری 1910ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

عـنـدک کے لفظ میں یہ بتایا ہے۔ کہ اگر وہ تمہاری کفالت میں بھی ہوں تو بھی کچھ نہ کہنا۔ کجا یہ کہ وہ الگ رہتے ہوں۔ اور پھر بھی تمہارے ہاتھوں تکلیف پائیں۔

کفالت کی خصوصیت اس لئے فرمائی۔ کہ ہر وقت کا پاس رہنے سے اختلاف زیادہ رونما ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی قاعدہ ہے کہ انسان جس پر خرچ کرتا ہے اس پر اپنا حق بھی سمجھنے لگتا ہے۔

اف۔ کلمہ ضجر ہے یعنی ناپسندیدگی کا کلام یعنی یہ کہنا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں اور پھر ناپسندیدگی کو عملی جامہ پہنانے کو کہتے ہیں یعنی نہ منہ سے نہ عمل سے ان کو دکھ دو۔

اسلام نے والدین کی خدمت کیلئے خاص ہدایت دی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔

من ادرک احدو الدیہ ثم لم یغفر لہ فابعدہ اللّٰہ عروجل

(رواہ احمد ابن کثیر جلد 6 صفحہ 61)

یعنی جس شخص کو اپنے والدین میں سے کسی کی خدمت کا موقع ملے اور پھر بھی اس کے گناہ نہ معاف کئے جائیں تو خدا اس پر لعنت کرے مطلب یہ کہ نیکی کا ایسا اعلیٰ موقعہ ملنے پر بھی اگر وہ خدا کا فضل حاصل نہیں کر سکا۔ تو جنت تک پہنچنے کے لئے ایسے شخص کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ (تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 321 نظارت اشاعت ربوہ)

عدل اور احسان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے اس آیت کے تعلق میں عدل اور احسان کے مضمون کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت اور توحید کی تعلیم دی وہاں فوری توجہ دلائی کہ میرے حق تو ادا کرو۔ ضرور کرنے ہیں تم نے اس کے بغیر تو تمہارا چارہ کچھ نہیں مگر یاد رکھنا والدین کے ساتھ بھی احسان کا سلوک کرنا۔ اور پھر فرمایا کہ اگر وہ تم پر زیادتی بھی کریں تو اف تک نہیں کہنی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں یہ رجحان ہے کہ ماں باپ کے باقی سب احسان بھلا کر کہیں زیادتی ہو تو اف کہہ بیٹھتے ہیں اور بعض ایسے بھی بدنصیب ہیں کہ صرف اس جھگڑے میں کہ فلاں بیٹے کو تم نے زیادہ دے دیا یا فلاں بیٹی کو زیادہ دے دیا ہے۔ ماں باپ سے باقاعدہ لڑائی مول لے بیٹھتے ہیں قضاؤں میں پہنچ جاتے ہیں وہ جھگڑے پیچھا ہی نہیں چھوڑتے پھر کوئی اس بات کی حیاء نہیں کرتے کہ احسان کا ذکر خدا نے فرمایا ہے تم پر ماں باپ نے رحم کیا تھا تم پر احسان کیا تھا۔ تم بھی اس رحم کے مقابل پر احسان کا سلوک کیا کرو۔ عدل کا نہیں فرمایا اور اس میں بڑی حکمت ہے عدل کا ذکر نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے ناانصافی سے پیش آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے جب ماں باپ کے معاملے میں کوئی زیادتی دیکھی ہے تو عدل کے جھگڑے میں نہ پڑ جانا۔ یہ سوچنا کہ اللہ نے تمہیں احسان کی تعلیم دی ہے اور احسان عدل سے بالا ہے احسان میں عدل کے بکھیڑوں میں نہیں انسان پڑتا بلکہ احسان کا مطلب ہے کہ کسی نے اگر کوئی زیادتی بھی کر دی ہے تو تم وسیع حوصلگی دکھاؤ اس سے چشم پوشی کرو۔

(خطبہ جمعہ 29 ستمبر 1995ء روزنامہ الفضل ربوہ۔ 17 جولائی 1996ء)

کراہت کے باوجود اطاعت کرو

قرآن کریم فرماتا ہے کہ ماں باپ کا حکم جب تک واضح طور پر اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کے خلاف نہ ہو ان کی حتی الامکان اطاعت کی جائے۔ حتی کہ اگر ایسا حکم بھی ہو جو دنیاوی لحاظ سے نقصان دہ ہو اور انسان ناپسند کرتا ہو تب بھی ان کی اطاعت کی جائے اور اللہ سے اس کے اجر کی توقع رکھی جائے۔

حضرت مسیح موعود کی فطرت دین کی خدمت کے لئے وقف تھی اور دنیاداری کے جھمیلوں سے کچھ شوق نہ رکھتے تھے مگر اپنے والد صاحب کے اصرار پر محض اطاعت کے خیال سے ایک عرصہ تک سیالکوٹ میں رہنا پڑا۔ اور مقدمات میں ایک لمبا وقت گزرا جو آپ کے لئے ابتلاء عظیم تھا۔

آپ خود فرماتے ہیں۔

وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہوسکتا تھا مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا اور وہ مجھے دلی یقین سے بر بالوالدین جانتے تھے۔ (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 183 حاشیہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ مسلمانوں کے باہمی اختلاف میں شرکت پسند نہیں کرتے تھے مگر اپنے والد کے اصرار پر اطاعت کے خیال سے جنگ صفین میں شریک ہوئے کیونکہ ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو اور والد کی اطاعت کرو۔

مگر جنگ میں شرکت کے باوجود حضرت عبداللہ نے نہ تلوار اٹھائی اور نہ نیزہ مارا اور نہ تیر چلایا۔

اور اس طرح اطاعت خداوندی اور اطاعت والدین کے مابین حسین توازن کا منظر پیش کیا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 235 از ابن اثیر جزری مکتبہ اسلامیہ طہران)

مشہور صوفی حضرت محمد علی حکیم ترمذی نے اعلیٰ مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے دو طالبعلوں کے ہمراہ شہر سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ کی والدہ نے کہا کہ میں ضعیف ہوں۔ مجھ کو اس عالم میں چھوڑ کر کہاں جاتا ہے۔ چنانچہ آپ رک گئے۔ اور دوسرے دونوں ساتھی چلے گئے۔ پانچ ماہ کے بعد ایک دن آپ گورستان میں بیٹھ کر رونے لگے۔ کہ میں یہاں بیکار ہوں۔ اور میرے ساتھی کل عالم ہو کر آئیں گے آپ ابھی رو ہی رہے تھے۔ کہ ایک طرف سے ایک نورانی شکل کے بزرگ نمودار ہوئے۔ اور آپ سے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے سارا حال سنا دیا۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تم کوئی غم نہ کرو۔ اگر تم چاہو تو میں تم کو روزانہ سبق پڑھا دیا کروں گا۔ تاکہ تم ان سے بڑھ جاؤ۔ چنانچہ تین سال تک وہ بزرگ آپ کو روز سبق پڑھاتے رہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے یہ دولت والدہ کی رضامندی سے حاصل کی۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 251-252 از فرید الدین عطار۔ مترجم۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی بھی اپنے والدین کے حکم سے سرتابی نہیں کی۔ ایک دن والد صاحب نے مجھے ڈانٹا کہ تم سکول کیوں نہیں گئے اور حکم دیا کہ ابھی بستہ اٹھاؤ اور سکول جاؤ۔ میں فوراً تعمیل حکم میں سکول چل دیا حالانکہ سکول بند تھا۔

سکول سے واپس آیا تو والد صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے عرض کیا کہ

آج سکول میں تعطیل ہے۔ (خالد دسمبر 1985ء صفحہ 86)

فوراً روانہ ہو گیا

حضرت سید سرور شاہ صاحب کے بیٹے سید مبارک احمد صاحب سرور تحریر کرتے ہیں۔

تایا جان حضرت سید محمد صادق صاحب مرحوم نے حضرت والد صاحب کو خط لکھا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری دو لڑکیاں جوان ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ بڑی بیٹی کی شادی عزیز سید مبارک احمد سے کر دوں۔ آپ عزیز کو میرے پاس کشمیر بھیج دیں۔ تا کہ وہ بھی یہاں کے حالات دیکھ لے۔ موسی تعطیلات میں مَیں لدرون میں ان کے پاس پہنچا۔ آپ نے علیحدگی میں باتوں باتوں میں رشتہ کے متعلق بھی ذکر کیا۔ اور اپنے خانگی حالات بتاتے ہوئے فرمایا۔ کہ اب میری عمر کا آخر ہے۔ نرینہ اولاد کوئی نہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ آنعزیز کو بطور "خانہ داماد" یہاں رکھوں۔ اس طرح میری جائیداد خاندان سے باہر جانے سے محفوظ رہے گی اور تم مستقل طور پر یہاں رہائش رکھو۔ تا کہ میرے بعد جائیداد کے مالک بنو۔ میں نے بلایا تھا کہ تم خود حالات دیکھ سکو۔ میں نے خط میں خانہ دامادی کا ذکر نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب اس بات کو نہیں مانیں گے۔

میں نے سوچا کہ اس میں کسی قسم کا خسارہ نہیں اور تایا جان کی خدمت بھی ہو جائے گی میں اس امر پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن حضرت والد صاحب کا عدم اتفاق کا خوف بھی تھا۔ اس لئے عرض کیا کہ میں مفصل احوال والد صاحب کی خدمت میں تحریر کرتا ہوں۔ میں تو متفق ہوں۔ لیکن ان کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ مجھے توقع ہے کہ حالات کے پیش نظر وہ بھی متفق ہو جائیں گے۔ حضرت والد صاحب کا جواب آیا تو سخت غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ جس کا لُبِ لباب یہ تھا کہ تم کو شرم آنی چاہیئے۔ کہ تمہارے والد نے تو اللہ

تعالٰی اوراس کے مسیح کی خاطر اپنا وطن اور اقارب کو چھوڑ چھاڑ کر قادیان ڈیرہ آ جمالیا۔ اور دنیوی حرص و آز کو خیر باد کہتے ہوئے پشاور کالج کی اعلیٰ ملازمت ترک کر دی۔ اور قادیان میں پندرہ روپے کی ملازمت قبول کر لی اور آج تک اپنے بھائیوں سے جدی جائیداد کا حصہ یا اراضی کا غلہ نہیں لیا۔ حالانکہ میرا بھی ویسا ہی حق تھا۔ جیسا کہ ان کا تھا۔ لیکن مجھے تم پر افسوس ہے کہ تم دین چھوڑ کر دنیا کی طرف جانا چاہتے ہو۔ حالانکہ تمہیں میری طرح دین کو دنیا پر مقدم رکھنا چاہیئے تھا۔ تم فوراً قادیان واپس آ جاؤ۔ باوجودیکہ ابھی ڈیڑھ ماہ کی تعطیلات باقی تھیں میں دوسرے روز ہی وہاں سے قادیان کی طرف روانہ ہو گیا۔ (رفقاء احمد جلد 5 حصہ سوم صفحہ 80)

مخالف ماں باپ

ماں باپ اگر مخالف بھی ہوں اور (دین حق) کے علاوہ کسی اور دین کے متبع ہو تب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے اور دنیاوی امور میں جہاں تک ممکن ہو ان کی مدارات ضروری ہے جس میں ان کی ہدایت کی دعا بھی شامل ہے۔

حضرت اسماء کی والدہ مشرکہ تھی۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں وہ مکہ سے مدینہ آئیں تو حضرت اسماءؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں ان سے حسن سلوک کروں تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ضرور کرو۔

(بخاری کتاب الادب باب صلة الوالد المشرک)

آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا اور حضرت علی کے والد ابو طالب کی وفات پر حضرت علی کو ارشاد فرمایا کہ:۔

آپ اپنے والد کی تجہیز و تکفین کریں۔ غسل دیں اور پھر دفنائیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 ص 190 از علی بن برہان الدین الحلبی۔ مطبوعہ محمد علی صبیح واولادہ ازھر۔ مصر 1935ء)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔

میری والدہ مشرکہ تھیں میں انہیں اسلام کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ایک دن جو میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے آنحضور ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے میں روتا روتا خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ سنایا آنحضرت ﷺ نے سنا تو زبان مبارکؐ سے یہ فقرہ جاری ہوا۔

اللھم اھدام ابی ھریرہ۔

اے اللہ! ابوہریرہؓ کی والدہ کو ہدایت دے دے حضرت ابوہریرہؓ گھر آئے تو دیکھا کہ گھر کا دروازہ بند تھا اور پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ والدہ غسل سے فارغ ہوئیں تو یوں گویا ہوئیں

"اشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمد رسول اللّٰہ۔

والدہ کے منہ سے کلمہ شہادت سنا تو خوشی سے روتے روتے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ والدہ کے قبول اسلام کا واقعہ سنایا اور عرض کی کہ یارسول اللہ اب دعا کیجئے کہ "اللہ تعالیٰ میری اور میری والدہ کی محبت مومنوں کے دلوں میں پیدا کردے" چنانچہ آپ نے دعا کی۔

(الاصابہ جلد 4 صفحہ 204 از ابن حجر عسقلانی مطبع مصطفیٰ محمد مصر 1939ء)

دعا کرو

حضرت مسیح موعود نے ایک نو احمدی کو تاکید کی کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھتا ہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ توجہ سے دعا کرو باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے اگر آپ بھی

توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 502)

شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی کے والد سخت مخالف تھے۔ملفوظات میں درج ہے۔

حضرت مسیح موعود شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ:۔

ان کے حق میں دعا کیا کرو ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دل جوئی کرنی چاہئے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر (دین) کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے (سچے دین) کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک ممیز شخص ہوتا ہے شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں (دین) کی محبت ڈال دے۔ (دین) والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی ہر طرح سے پوری فرماں برداری کرنی چاہئے دل وجاں سے ان کی خدمت بجالاؤ۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 492)

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا حضرت والدین کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر فرض کی ہے مگر میرے والدین حضور کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کی وجہ سے مجھ سے سخت بیزار ہیں اور میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ جب میں حضور کی بیعت کے واسطے آنے کو تھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہم سے خط وکتابت بھی نہیں کرنا اور اب ہم تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اب میں

اس فرض الٰہی کی تعمیل سے کس طرح سبکدوش ہوسکتا ہوں۔فرمایا کہ:۔

”قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا حکم دیتا ہے وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ (۔) بنی اسرائیل:26) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم صالح ہو تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے۔ صحابہ (رضوان اللہ علیھم) کو بھی ایسے مشکلات پیش آ گئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی ان کے والدین سے نزاع ہوگئی تھی۔ بہرحال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبر گیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو۔ جب کوئی موقعہ ملے اسے ہاتھ سے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل کے رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدنظر رکھو اور نیت کی صحت کا لحاظ رکھو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ بہرحال خدا کا حق مقدم ہے۔ پس خدا تعالیٰ کو مقدم کرو اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔“ (ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ 450)

والد کی بیعت

حضرت میاں اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں۔

میں نے حضرت اقدس سے دعا کی درخواست کی کہ میرا والد سلسلہ کا سخت مخالف ہے حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ اس کا کیا نام ہے میں نے اس کا نام جمال الدین بتایا اور پھر میرا نام دریافت کیا تو اللہ دتہ بتایا حضرت اقدس نے فرمایا کہ تم دعاؤں میں لگے رہو اور ہم بھی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور پھر

رخصت ہوتے وقت بھی حضرت صاحب نے یہی کلمات فرمائے اور اندر چلے گئے اور والد صاحب نے بعدازاں سخت مخالفت کی سولہ سال برابر مخالفت پر اڑے رہے مگر میں دعا متواتر کرتا رہا۔

ایک دفعہ جلسہ پر جانے کے لئے میں نے ان کو تحریک کی کہ آپ کم ازکم قادیان جلسہ دیکھ آؤ کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں چنانچہ جلسہ پر آنے سے پہلے والد صاحب نے کہا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تک حق اور جھوٹ نہ دیکھوں مجھے موت نہیں آئے گی تمہارے کہنے پر نہیں جاؤں گا چنانچہ والد صاحب اپنی مرضی سے جلسہ پر آ گئے اور جلسے کے دوران میں بیعت کر لی اور بعدازاں ایک سال تک زندہ رہے اور مارچ 1924ء میں فوت ہو گئے۔ (الفضل 11 ستمبر 1998ء)

حج اور دعا

ایک صاحب نے حضرت مصلح موعود سے پوچھا کہ کیا غیر احمدی والدین کو حج کرانا جائز ہے۔

فرمایا جب غیر احمدی والدین کو وہ روٹی دے سکتا ہے تو حج کیوں نہیں کرا سکتا۔

(روزنامہ الفضل 7 جولائی 1960ء)

ایک نو احمدی نے حضرت مصلح موعود سے عرض کیا کہ میں اپنے ماں باپ کے لئے جو کفر کی حالت میں فوت ہوئے ہیں دعا کر سکتا ہوں یا نہیں حضور نے فرمایا۔

نام لئے بغیر اس طرح دعا کی جا سکتی ہے کہ اے خدا۔ میرے ماں باپ پر رحم فرما۔ ممکن ہے کہ وہ بظاہر کفر کی حالت میں مرے ہوں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک ان پر اتمام حجت نہ ہوئی ہو اور وہ رحم کے مستحق سمجھے جائیں۔ یا پھر دادا پردادا وغیرہ میں سے جو بھی رحم کے مستحق ہوں گے ان کے متعلق یہ دعا سنی جائے گی۔ (الفضل 18 ستمبر 1960ء)

غیر احمدی والدین کیلئے دعا

ایک شخص نے حضرت مصلح موعود سے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غیر احمدی والدین کے لئے دعا نہیں کرنی چاہیئے فرمایا۔

میں تو ان کے لئے دعا کا قائل ہوں۔ قرآن شریف نے صرف یہ کہا ہے کہ مشرک کے لئے دعا نہیں کرنی چاہئے باقی غیر احمدی والدین کیلئے انسان ہر وقت دعا کرسکتا ہے بلکہ اسے کرنی چاہیئے۔ (الفضل 11۔ اگست 1960ء)

میرا کوئی احسان نہیں

شہید احمدیت رستم خان جلوزئی نوشہرہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے احمدیت قبول کرنے پر والد صاحب نے بہت سختی کی۔ آخر عمر میں رستم خان کے والد صاحب صوبیدار دلاور خاں بہت ضعیف ہو گئے تھے تمام لڑکوں نے ان کی خدمت سے معذوری ظاہر کی، تو وہ راولپنڈی میں رستم خان کے پاس چلے آئے۔ رستم خان اور صالحہ بیگم نے ان کی کمال خدمت کی۔ اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے، بول و براز کراتے اور نہلاتے۔ ایک دن صوبیدار دلاور خان نے رستم خان سے کہا کہ رستم خان مَیں تم سے بہت خوش ہوں۔ مَیں نے ابتداء میں تمہارے ساتھ بہت سختی کی۔ مگر آخر میں تم ہی میرے کام آئے۔ اس پر رستم خان نے کہا کہ بابا مجھے میرے پیر کی یہی تعلیم ہے۔ یہ میرا آپ پر کوئی احسان نہیں۔ مَیں احمدی ہوں۔ اور یہ میرا فرض ہے۔ اس پر صوبیدار صاحب کہنے لگے۔ شاباش ہو تیرے پیر پر۔ مَیں بھی اس کو سچا جانتا ہوں۔

ان کی وفات کے بعد رستم خان نے ہی ان کی تدفین کی۔ اگلے دن

جب رستم خان دعا کے لئے قبرستان جا رہے تھے تو کسی نے فائر کر کے انہیں شہید کر دیا۔

(حیات الیاس صفحہ 66)

والد کی ہجرت

مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب بیان کرتے ہیں۔

دسمبر 1929ء میں ہمارے والد صاحب اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ کر اہل و عیال سمیت قادیان تشریف لے آئے۔ لیکن ہمارے دادا صاحب تیار نہ ہوئے۔ اور وطن میں ہی رہ گئے اس وقت ان کی عمر پچاسی برس کے قریب تھی۔ لیکن ہم سب کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح قادیان آجائیں۔ اور وصیت کرنے کے بعد انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی سعادت ملے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب میرے دادا صاحب کے خوب واقف تھے۔ ایک دن والد صاحب نے اپنے ہجرت کر کے قادیان آنے اور حضرت دادا صاحب کے وطن میں رہ جانے کا واقعہ کا ذکر کر کے دعا کی درخواست کی۔

اس کے بعد خاکسار کی جب بھی حضرت مولوی صاحب سے ملاقات ہوتی۔ تو آپ دادا صاحب کی ہجرت کی نسبت ضرور دریافت فرماتے جب میں نفی میں جواب دیتا۔ تو آپ فرماتے میں دعا کر رہا ہوں انشاءاللہ وہ قادیان آجائیں گے۔ اور وصیت بھی ان کو نصیب ہو جائے گی۔

چنانچہ حضرت مولوی صاحب کی دعاؤں کی برکت سے آخر اللہ تعالیٰ نے چار پانچ سال کے بعد ہمارے دادا صاحب کو انشراح صدر بخشا۔ اور آپ قادیان تشریف لے آئے بالآخر آپ کو وصیت کو توفیق بھی ملی اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک (سیرت شیر علی صفحہ 163)

ساری بچت

چوہدری بشیر احمد صاحب وڑائچ رجوعہ ضلع گجرات نے بیعت کی تو والد نے سخت مخالفت کی۔ جائداد سے عاق کر دیا۔ قتل کے منصوبے بننے لگے تو وہ ہجرت کر کے سندھ چلے گئے۔ وہاں اللہ نے انہیں باعزت روزگار عطا فرمایا۔ دوسری طرف ان کے والد کی فصل اچھی نہ ہوتی۔ مویشی مرنے لگے۔ چوہدری صاحب سال کے آخر پر اپنی آمد کی ساری بچت اپنے مخالف والد کو بھیج دیتے۔ یہاں تک کہ والد نے خود ہی واپس آنے کی اجازت دے دی۔ (الفضل 9 مارچ 2001ء)

مسلسل خدمت

حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب چارسدہ کے رہنے والے تھے۔ 1909ء میں احمدیت قبول کی۔

آپ فرماتے ہیں کہ مَیں ابتدا سے اپنے والد صاحب کا بہت احترام کیا کرتا تھا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد جب میرے والد صاحب مخالفوں کے ساتھ مل کر احمدیت کے سخت مخالف ہوئے' تو بھی بدستور مَیں ان کا ویسا ہی ادب واحترام کرتا جیسے پہلے کیا کرتا تھا اور اپنی تنخواہ سے ماہوار کچھ نہ کچھ ان کی خدمت میں پیش کرتا۔

(حیات الیاس صفحہ 22 از عبد السلام خان)

باب چہارم

والدین کے لئے دعا

☆

والدین کیلئے دعا کرتے رہو" اے خدا ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی"

بڑھاپے میں ماں باپ کو ویسی ہی خدمت کی ضرورت ہوتی ہے جیسی بچپن میں بچے کو ہوتی ہے۔

والدین کے لئے سکھائی جانے والی قرآنی دعا کے منفرد حقائق و معارف

والدین کے لئے انبیاء کی دعائیں

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء بھی والدین کے لئے دعائیں کرتے تھے اور یقیناً یہ رویہ خدائی تفہیم اور تعلیم کے نتیجہ میں ہی ہوگا۔

اور یہ دعائیں خدا کو اتنی پسند تھیں کہ انہیں قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے محفوظ فرمالیا ہے۔ تاکہ امت محمدیہ بھی ان سے فائدہ اٹھائے۔

حضرت نوح کی دعا

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَاتَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّاتَبَارًا (سورۃ نوح:29)

اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور اسے بھی جو بحیثیت مومن میرے گھر میں داخل ہوا اور سب مومن مردوں اور سب مومن عورتوں کو۔ اور تو ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعا

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراہیم:42)

اے ہمارے ربّ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ وہ جامع دعا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی دعاؤں میں شامل فرمایا ہے اور اب ساری امت محمدیہ اس دعا میں مشغول ہے۔

قرآنی دعا

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25)

اوران دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پر جھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

حضرت مصلح موعوداس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں

اس آیت میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ انسان بالعموم والدین کی ویسی خدمت نہیں کر سکتا جیسی کہ ماں باپ نے اس کے بچپن میں کی تھی اس لئے فرمایا کہ ہمیشہ دعا کرتے رہنا کہ اے خدا تو ان پر رحم کرتا کہ جو کسر عمل میں رہ جائے دعا سے پوری ہو جائے "ک" کے معنی تشبیہ کے بھی ہوتے ہیں ان معنوں کی رو سے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ بڑھاپے میں ماں باپ کو ویسی ہی خدمت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ بچے کو بچپن میں۔

والدین کے لئے یہ دعا اس لئے بھی سکھائی گئی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا اسے خود بھی اپنا فرض ادا کرنے کا خیال رہے گا۔

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 322)

عارفانہ دعا

اس دعا کے پس منظر اور دیگر عارفانہ مضامین پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک منفرد انداز میں روشنی ڈالی ہے آپ فرماتے ہیں:

یہ وہ دعا ہے جو الہامی دعا ہے ان معنوں میں کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت اقدس

محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت کو سکھائی۔ دعا تو یہ ہے (۔) (بنی اسرائیل:25)
اے میرے رب! دونوں پر، میرے والد اور میری والدہ پر اس طرح رحم فرما جس طرح بچپن سے یہ میری تربیت کرتے چلے آئے ہیں۔

لیکن اس دعا کی گہرائی کو سمجھنے کے لئے اس کا وہ پس منظر جاننا ضروری ہے جو یہی آیت کریمہ ہمارے سامنے کھول کر رکھ رہی ہے۔ پس پوری آیت کو پڑھنے کے بعد اس دعا کی اہمیت بھی سمجھ آتی ہے اور کن کن باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ دعا کرنی چاہئے' یہ مضمون بھی ہم پر روشن ہو جاتا ہے۔ آیت یہ ہے **وقضٰی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا** کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر فرما دیا ہے' یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بجائے **ربک** لفظ ہے یعنی اے محمد ﷺ تیرے رب نے یہ فیصلہ صادر فرما دیا ہے۔ **الا تعبدوا الا ایاہ** کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ وبالوالدین احساناً اور والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ والدین کے ساتھ نیکی کے برتاؤ کی اتنی بڑی اہمت ہے کہ توحید کی تعلیم کے بعد دوسرے درجے پر خدا نے جس بات کا فیصلہ فرمایا وہ یہ تھا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ احسان کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے اس کے متعلق میں پھر دوبارہ آپ سے بات کروں گا۔

اگر ان میں سے کوئی تیرے ہوتے ہوئے تیری زندگی میں بڑھاپے تک پہنچ جائے' ان میں سے خواہ ایک پہنچے یا دونوں پہنچیں **فلا تقل لھما اف** ان کو اف تک نہیں کہنی۔

اف نہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے بڑھاپے میں ایسی حرکتیں ہو سکتی ہیں جو ان کے بچپن کے سلوک سے مختلف ہوں۔ بچپن میں تو وہ بڑی رحمت کے ساتھ تمہاری تربیت کرتے رہے لیکن بڑھاپے کی عمر میں پہنچ کر انسان کو اپنے جذبات پر اختیار نہیں

رہتا' زیادہ زود رنج ہو جاتا ہے اور بہت سی صحت کی کمزوریاں اس کے مزاج میں چڑ چڑا پن پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر کئی قسم کے احساسات محرومی ہیں۔ اولاد بڑی ہوگئی۔ اپنے گھروں میں آباد ہوگئی اور جس طرح والدین توقع رکھتے ہیں کہ یہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ ساتھ ہم سے بھی ویسا ہی معاملہ کرے گا' اس میں کوئی کوتاہی رہ جاتی ہے یا والدین کو وہم گزرتا ہے کہ ہم سے ویسا پیار نہیں جیسا اپنی بیوی اور اولاد سے ہے تو ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم نے بڑی حکمت کے ساتھ فرمایا لاتقل لھما اف ایسی باتیں ہوں گی جن کے نتیجے میں ہوسکتا ہے تمہیں جائز یا ناجائز شکایت پیدا ہو اور والدین تم سے بظاہر سختی کا سلوک کرنا شروع کر دیں تو تم جو بچپن کی نرمی کے عادی ہو اس سلوک سے گھبرا کر اف نہ کہہ بیٹھنا۔ اف کا لفظ کوئی گالی نہیں ہے۔ کوئی سخت کلامی نہیں ہے۔ ایک اظہار افسوس ہے۔ فرمایا کہ اظہار افسوس تک نہیں کرنا۔

ولا تنهر هما اور جھڑکنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے والدین کے ساتھ ہرگز سخت کلامی نہیں کرنی۔ **وقل لهما قولا كريما** اور ان کے ساتھ عزت کا کلام کرو۔ ہمیشہ احترام کے ساتھ ان سے مخاطب ہوا کرو۔ **واخفض لهما جناح الذل** اور اپنی نرمی کے پر ان کے اوپر پھیلا دو۔ **من الرحمة** رحمت کے اور نرمی کے یا رحمت کے نتیجے میں جو نرمی پیدا ہوتی ہے اس کے پر ان پر پھیلا دو اور پھر یہ دعا کرو۔ کہ اے میرے رب! ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں بڑے رحم کے ساتھ میری تربیت فرمائی ہے۔

یہ بہت ہی پیاری اور کامل دعا ہے اور بہت سی ذمہ داریوں کی طرف جو اولاد کے ذمہ اپنے والدین کے لئے ہیں' ہمیں توجہ دلاتی ہیں لیکن اس دعا میں اور بھی بہت سی

حکمتیں پنہاں ہیں۔ اب میں نسبتاً تفصیل سے اس آیت کے بعض مضامین کھول کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

والدین کے ساتھ احسان کا سلوک ضروری ہے

پہلی بات تو یہ ہے کہ احسان کا حکم دیا گیا ہے' ادائیگی فرض کا نہیں اور احسان بظاہر ضروری نہیں ہوا کرتا۔ احسان تو ایسا معاملہ نہیں ہے کہ ہر انسان پر فرض ہو۔ کیا یا نہ کیا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی اگر فرق پڑتا بھی ہے تو احسان ایک ایسی بات نہیں جو اگر انسان نہ کرے تو خدا کے نزدیک معتوب ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ نے ذمہ داریاں ادا کرنے کا حکم کیوں نہ دیا اور احسان کا حکم کیوں دیا؟ اس میں اور بھی حکمتیں پوشید ہوں گی لیکن دو ایسی حکمتیں ہیں جن کو میں آپ کے سامنے کھولنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ فرض کی ادائیگی پہلے ہوا کرتی ہے اور احسان بعد میں آتا ہے۔ اگر فرض ادا نہ ہو تو احسان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے قرآن کریم جو بڑی فصیح و بلیغ کتاب ہے' خدا کا کلام ہے اس نے ایک لفظ میں اس سے پہلے ہونے والی ذمہ داریوں کا بھی ذکر فرما دیا اور مومن سے گویا یہ توقع رکھی کہ جہاں تک اس کی روزمرہ کی ذمہ داریوں کا تعلق ہے' فرائض کا تعلق ہے وہ تو لازماً وہ پورے کر رہا ہے۔ ان کو نہ پورے کرنے کا تو سوال ہی نہیں۔ لیکن جہاں تک والدین کا تعلق ہے محض ذمہ داریاں پورا کرنا کافی نہیں ہے۔ ان کے ساتھ احسان کا سلوک ہونا ضروری ہے۔ ایک یہ حکمت ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ یہاں لفظ احسان کو سمجھنے کے لئے ہمیں قرآن کریم کی ایک اور آیت کا سہارا لینا ہو گا جو اس مضمون کے لئے کنجی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھل جزاء الاحسان (۔) کہ احسان کی جزا احسان کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔ پس یہ احسان ان کے اوپر ان معنوں میں احسان نہیں ہے جن

معنوں میں ہم ایک دوسرے پر احسان کرتے ہیں۔ یہ احسان والدین کے اوپر اولاد کی طرف سے کوئی یک طرفہ نعمت نہیں ہے جو ان کو ادا کی جارہی ہے بلکہ خدا تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ والدین نے تم سے احسان کا معاملہ کیا تھا۔ اس لئے صرف فرض کی ادائیگی کافی نہیں ہوگی جب تک تم ان سے احسان کا معاملہ نہیں کرو گے تم اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے والے نہیں بنو گے۔ چنانچہ فرمایا۔ **هل جزاء الاحسان** (۔) کہ احسان کی جزاء تو احسان کے سوا ہے ہی کوئی نہیں۔ کوئی شخص تم پر احسان کرتا چلا جارہا ہو اور تم اپنی روزمرہ کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہو تو یہ کافی نہیں ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو آیت کے آخری حصے میں کھول دیا جہاں یہ دعا سکھائی گئی۔ (۔) اے اللہ ان سے اسی طرح رحم کا سلوک فرما جس طرح یہ بچپن میں مجھ سے رحم کا سلوک فرماتے تھے صرف اپنے حقوق ادا نہیں کرتے تھے۔ محض مجھے زندہ رکھنے کے لئے اور روزمرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے محنت نہیں اٹھاتے تھے بلکہ اس سے بہت بڑھ کر مجھ سے شفقت اور رحمت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ میری معمولی سی تکلیف پر یہ بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ میری ادنیٰ سی بیماری پر ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جایا کرتی تھیں اور انہوں نے جو مجھ سے سلوک فرمایا وہ رحمت کا سلوک ہے۔ پس مجھے جو احسان کا حکم ہے کہ میں بھی احسان کا سلوک کروں تو اے خدا! میں اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا اس لئے میں دعا کے ذریعے تجھ سے مدد چاہتا ہوں اور جب تک تو اس بارہ میں میری مدد نہ فرمائے حقیقت میں میرے والدین کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ میں جو بھی کوشش کروں اس کے باوجود ان احسانات کو چکا نہیں سکتا پس تو میری مدد فرما اور **رب ارحمها** اے خدا تو ان کے اوپر رحم فرما اور میرے سلوک میں جو کمیاں رہ جائیں گی وہ تو اپنے رحم سے پوری فرمادے **کما ربینی صغیراً** جس طرح بچپن میں یہ میری تربیت کرتے رہے تو ان کے ساتھ وہ سلوک فرما۔

بچہ کی تربیت میں سختی کی بجائے رحم کی ضرورت

اس دعا نے ایک اور حیرت انگیز مضمون کو ہمارے سامنے کھول دیا کہ والدین بھی جہاں تک خدا کا تعلق ہے اس کی تربیت کے محتاج ہیں اور لھما اف کہنے کے ساتھ ان کی بشری کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تو وہاں بھی خدا تعالیٰ کی ربوبیت کی بہت ضرورت ہے۔ انسان تو مرتے دم تک خدا کی ربوبیت کا محتاج رہتا ہے اس لئے یہ دعا بہت ہی کامل دعا ہے اور اس کے معنی یہ بنیں گے کہ اے خدا! اگرچہ بظاہر ان کے اعضاء مضمحل ہو چکے ہیں۔ یہ کمزوری کی طرف لوٹ رہے ہیں طاقت کے بعد ضعف ہو چکا ہے۔ لیکن ضعف کے وقت زیادہ رحم کے ساتھ تربیت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب میں بچہ تھا تو میرے والدین نے مجھ سے میرے ضعف کی وجہ سے رحم کا سلوک کیا اور "صغیراً" کے لفظ نے بتا دیا کہ بڑے ہو کر رحم کا معاملہ اتنا نہیں رہا کرتا جتنا بچپن میں ہوتا ہے۔ بچپن کی کمزوری ہے جو رحم کا تقاضا کرتی ہے۔ بچے کو آپ ایک بات سکھاتے ہیں۔ چلانا سکھائیں تو بار بار وہ گرتا ہے۔ بولنا سکھائیں تو بار بار غلطیاں کرتا ہے۔ تتلاتا ہے۔ سبق پڑھائیں تو اس کو پڑھا ہوا سبق بار بار بھولتا چلا جاتا ہے۔ لفظ آپ رٹا بھی دیں تو پھر اگلی دفعہ جب سنتے ہیں تو اس لفظ میں پھر وہی غلطیاں کرنے لگ جاتا ہے۔ بعض دفعہ بچے کو پڑھانا اعصاب شکن ہوتا ہے اور حقیقت میں جب تک رحم کا معاملہ نہ کیا جائے اس وقت تک بچے کی صحیح تعلیم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بعض والدین جو جہالت سے حوصلہ چھوڑ بیٹھتے ہیں وہ بچے سے بجائے رحم کے سختی کا معاملہ شروع کر دیتے ہیں اور سختی کے ساتھ بچے کی تربیت ہو نہیں سکتی۔ اس میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں سخت ردعمل پیدا ہوتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اس کی تربیت ہو اس کے اندر بچپن سے نقائص بیٹھ جاتے ہیں۔ پس اس آیت کریمہ نے اس حکمت کو بھی ہمارے سامنے

روشن کر دیا کہ وہ والدین جو اچھی تربیت کرنے والے ہوں وہ بچپن میں رحم کے ساتھ تربیت کیا کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کو یہ دعا سکھائی گئی ہے وہ کیونکہ دراصل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ساتھی ہیں، آپ کے غلام ہیں اس لئے ان کے والدین سے بہترین توقعات بھی پیش فرمائی گئیں اور یہ بیان کیا گیا کہ جس طرح ہمارے والدین بچپن میں ہماری کمزوریوں کے پیش نظر ہم سے سختی کرنے کی بجائے رحمت کا معاملہ کیا کرتے تھے اور تربیت میں بار بار بخشش کا سلوک فرماتے تھے اسی طرح اے خدا! اب میرے والدین کمزور ہو چکے ہیں تو ان کی غفلتوں اور کمزوریوں سے درگزر فرما اور ان کے ساتھ بخشش اور رحمت کا سلوک فرما۔

اس ضمن میں ایک یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ کما کے لفظ نے ہمیں ہماری بہت سی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلا دی جو صرف والدین کی طرف سے نہیں بلکہ اپنی اولاد اور آئندہ نسلوں کی طرف سے ہمیں پیش آتی ہیں اور ہمیں انہیں کس طرح ادا کرنا چاہئے اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ فرمایا:

رب ارحمھما (۔)

یورپی معاشرے کے عذابوں کی وجہ

کَمَا کے لفظ نے یہ بتایا کہ اگر والدین بچوں کی تربیت رحمت کے ساتھ نہیں کرتے تو یہ دعا ان کے حق میں نہیں سنی جائے گی کیونکہ کمَا کا مطلب ہے جیسے انہوں نے بچپن میں رحمت کے ساتھ میری تربیت کی یہ وہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو بھلا کر یورپ اپنے معاشرے میں کئی قسم کے عذاب پیدا کر چکا ہے۔ اولاد کے ساتھ حسن سلوک اور رحم کے ساتھ تربیت کرنا اس لئے بھی نہایت ضروری ہے تا کہ بعد میں بڑے ہو کر اس اولاد کا اپنے والدین سے اسی طرح رحمت اور نرمی اور مغفرت کا تعلق ہو۔ اگر

بچپن ہی سے والدین اپنی زندگی کی لذتوں میں منہمک پڑے ہوں اور اولاد کو سکولوں کے سپرد کر دیں یا معاشرے کے سپرد کر دیں اور ان کی تربیت میں جو ذاتی تعلق پیدا کرنا چاہئے وہ تعلق پیدا نہ کریں (تو یہ دعا ان کے حق میں نہیں سنی جائے گی) یاد رکھیں یہاں بچوں کے ساتھ پیار کا ذکر نہیں ہے۔ بچوں کے ساتھ پیار تو ہر معاشرے میں والدین کو ہوتا ہی ہے۔ فرمایا ایسا پیار ہو جو تربیت میں استعمال ہوا ہو اور ایسا پیار نہ ہو جو تربیت خراب کرنے والا ہو۔ پس پیار کے متوازن ہونے کا بھی اس آیت میں ذکر فرما دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ پیار ہی کام کا پیار ہے جس کے نتیجے میں اولاد اعلیٰ تربیت پائے۔ پس وہ والدین جو اس بات سے غافل رہتے ہیں ان کی سوسائٹیوں میں کئی قسم کی خرابیاں جگہ پکڑ جاتی ہیں اور ان کی اولادیں جب بڑی ہوتی ہیں تو وہ اپنے والدین کے لئے نہ خدا تعالیٰ سے احسان کی دعائیں مانگتی ہیں نہ خود احسان کا سلوک کرتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بوڑھے آدمیوں کے گھر ایسے والدین سے بھر جاتے ہیں۔ جن کی اولادیں ان سے غافل ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک تو درکنار ان کی معمولی سی غفلت پر ان کو ڈانٹتے ہیں' ان سے قطع تعلقی کرتے ہیں' ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور جن جن معاشروں میں یہ مرض بڑھتا چلا جاتا ہے وہاں حکومت کے اخراجات بوڑھے لوگوں کے گھروں پر زیادہ سے زیادہ بڑھنے لگتے ہیں یہاں تک کہ بعض امیر ممالک بھی عاجز آ جاتے ہیں اور ان کے پاس اتنا روپیہ مہیا نہیں ہوتا کہ وہ اپنی سوسائٹی کے سب بوڑھوں کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں جو ضرورتیں دراصل ان کی اولاد کو پوری کرنی چاہئے تھیں۔ لیکن جیسا کہ غالباً مولانا روم کا شعر ہے

از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو ز جو

کہ اعمال کے جو اثرات مترتب ہوتے ہیں ان سے غافل نہ رہنا۔ گندم از گندم بروید جوز جو گندم کا بیج ڈالو گے تو گندم ہی اُگے گی اور جَو بوؤ گے تو جَو ہی اُگیں گے۔

جنریشن گیپ سے پاک سوسائٹی کا تصور

اس لئے پہلی نسلوں کے ساتھ آنے والی نسلوں کا تعلق دراصل اس تعلق کا آئینہ دار ہے جو پہلی نسلوں نے اپنی چھوٹی نسلوں سے رکھا تھا۔ اگر اس میں شفقت تھی اور اس میں صرف شفقت ہی نہیں تھی بلکہ تربیت کے لئے استعمال ہونے والی شفقت تھی، اگر رحمت کا سلوک تھا اور اس رحمت کے نتیجے میں اولاد کے ساتھ بہت ہی حکمت کے ساتھ برتاؤ کیا گیا تا کہ ان کے اخلاق بگڑیں نہیں بلکہ سنورتے چلے جائیں اور اس رنگ کی تربیت کی گئی اور رحم کے نتیجے میں تربیت کی طرف زیادہ توجہ دی گئی تو ایسے لوگوں کی اولادیں پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس احسان کو یاد رکھتے ہوئے فطری طور پر اپنے والدین کے لئے آخر وقت تک نرم رہتی ہیں اور ان کے ساتھ ان کے تعلق کٹ نہیں سکتے، ایسی سوسائٹی میں کوئی Generation Gap پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ Generation Gap ایک بہت ہی خطرناک اصطلاح ہے اور آج کی ترقی یافتہ دنیا کی ایجاد ہے ورنہ قدیم سوسائٹیوں میں آج تک Generation Gap کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا یہ اعلیٰ تعلیم اور ترقی کی نشانی ہے بلکہ قرآن کریم نے جو حکمت بیان فرمائی ہے اس کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں یہ بیماری پیدا ہوتی ہے کہ ایک Generation اپنی چھوٹی Generation کے ساتھ محبت کا تعلق چھوڑ دیتی ہے اور تربیت سے غافل ہو جاتی ہے تو وہ نسل جب بڑی ہوتی ہے اپنی پہلی نسل سے بہت دور ہٹ چکی ہوتی ہے۔ ان کے درمیان فاصلے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ فاصلے نسلاً بعد

نسل بڑھتے چلے جاتے ہیں بجائے اس کہ وہ کم ہونے لگیں اس لئے یہ دعا جو سکھائی گئی اس کا پس منظر بھی خوب کھول کر بیان فرما دیا گیا اور اس کا جو بیچ کا حصہ ہے وہ ہے واخفض لھما جناح الذل (۔) کہ اے بچو! تم اپنے والدین کے لئے اس طرح نرمی کے پر پھیلا دو جیسے پرندے اپنے چوزوں کو اپنے چھوٹے بچوں کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہاں پر کا استعمال اس لئے کیا گیا تا کہ پرندوں کا اپنے بچوں کے ساتھ سلوک ایک تصویر کی صورت میں ہماری نظروں کے سامنے ابھر آئے اور فرمایا کہ اس طرح اپنے والدین کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک کرو جس طرح پرندے اپنے بچوں کو پالتے ہیں' ان کی نگہداشت کرتے ہیں جو کلیۃ ان کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہاں دراصل انسانوں سے ہٹ کر پرندوں کی مثال دی گئی ہے۔ جناح کا لفظ محاورہ ہے ضروری نہیں کہ پر کے لئے استعمال ہو۔ ایک صفت کے بیان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کیوں استعمال ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پرندوں کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے کیونکہ پرندوں کے پر ہوتے ہیں۔ اور پرندے اپنے بچوں کی بعض دفعہ اس طرح لمبے عرصے تک تربیت کرتے ہیں کہ نہ وہ بچے دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں' نہ کھا سکتے ہیں۔ ان کی چونچوں کو ٹھونگے مار مار کے وہ خوراک کے لئے کھلواتے ہیں' اور جب تک وہ اس لائق نہیں ہو جاتے کہ خود آزاد زندگی بسر کر سکیں۔ اس وقت تک پرندوں کے والدین مسلسل محنت کرتے چلے جاتے ہیں۔

پھر اس میں ایک اور بھی حکمت ہے کہ دونوں پرندے اپنے بچوں کے لئے محنت کرتے ہیں اور صرف ماں پر نہیں چھوڑا جاتا۔ اور قرآن کریم نے جو ہمیں دعا سکھائی اس میں بھی اس مضمون کو کھول دیا گیا ہے آج کل کے جدید معاشروں میں ایک یہ بھی خرابی ہے اور ہمارے قدیم معاشروں میں بھی یہ خرابی ہے بلکہ بعض صورتوں میں تیسری

دنیا کے ممالک میں یہ خرابی ترقی یافتہ ممالک سے بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ لوگ سمجھتے
ہیں کہ ماں کا کام ہے تربیت کرے اور والد اس میں دخل نہیں دیتے۔ والد ساتھ مل کر
محنت نہیں کرتے اور ماں پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جس طرح چاہے ان کو پالے ان کا خیال
رکھے نہ رکھے۔ والد تو صرف کمانے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں ہم نے تو
اپنا فرض ادا کر دیا۔ قرآن کریم نے جو دعا سکھائی اس میں یہ بتایا رب ارحمهما
(۔) کہ اے میرے اللہ ان دونوں پر اس طرح رحم فرما جس طرح ان دونوں نے رحم
کے ساتھ میری تربیت کی۔ یعنی ماں اور باپ دونوں اولاد کے لئے محنت کرنے میں
برابر کے شریک ہونے چاہئیں مگر ذمہ داریاں سمجھتے ہوئے نہیں بلکہ رحم کے نتیجے میں اور
شفقت کے نتیجے میں۔ پس اس دعا کو اب دوبارہ واخفض لهما جناح الذل کے
ساتھ ملا کر پڑھیں تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ وہاں پرندوں کی ہی مثال دی گئی ہے
کیونکہ جانوروں کی دنیا میں سب سے زیادہ مل کر اولاد کی خدمت کرنے والے پرندے
ہیں ان کے مقابل پر کسی اور جانور کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔ جس طرح پرندے
دونوں مسلسل محنت کرتے ہیں اپنی اولاد کے لئے اس طرح دوسرے جانوروں میں اتنی
مکمل مشترکہ محنت کی مثال نہیں ملتی۔ گھونسلہ بنانے میں بھی وہ اسی طرح محنت کر رہے
ہوتے ہیں۔ خوراک مہیا کرنے میں بھی اسی طرح محنت کر رہے ہوتے ہیں بلکہ
بسا اوقات آدھا وقت Male یعنی نر پرندہ بیٹھتا ہے اور پھر جہاں تک خوراک مہیا
کرنے کا تعلق ہے اس میں بھی دونوں محنت کرتے ہیں مگر نر پرندے کو بعض دفعہ زیادہ
محنت کرنی پڑتی ہے خوراک مہیا کرنے میں تو فرمایا یہ بھی ہمیں اس دعا سے حکمت سمجھ آ
گئی کہ صحیح تربیت کرنے میں ماں کے علاوہ باپ کو برابر کا شریک رہنا چاہئے۔ اور
جہاں ماں اور باپ مل کر اولاد سے حسن سلوک کر رہے ہوں وہاں طلاقیں شاذ کے طور پر

واقع ہوں گی۔ وہ گھر نہیں ٹوٹا کرتے۔ اکثر وہی گھر ٹوٹتے ہیں جہاں اولاد کی تربیت
میں دونوں میں سے کسی ایک کا زیادہ دخل ہوتا ہے اور آپس کے تعلقات اس حد تک
خراب ہوتے ہیں کہ دونوں بیک وقت اپنی اولاد کی ذمہ داریاں ادا نہیں کرتے۔ اسی
وجہ سے ایسی اولادیں پھر بڑی ہو کر زیادہ خراب ہو جایا کرتی ہیں۔ بعض دفعہ وہ ماں کی
سائیڈ لیتی ہیں کیونکہ ماں نے تربیت اور پیار میں زیادہ حصہ لیا۔ بعض دفعہ باپ کے
ساتھ تعلق قائم رکھتی ہیں اور ماں کے خلاف ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ ماں نے تو
ہماری ذمہ داریاں ادا نہیں کیں باپ قربانی کرتا رہا ہے تو اس طرح گھروں کے ٹوٹنے
کے احتمالات بھی بڑھ جاتے ہیں۔

تربیت کے لئے رحمت ضروری ہے

یہ صورت حال پھر بعض دفعہ ایسے خطرناک نتائج پر منتج ہو جاتی ہے جس کے آثار
اس وقت ترقی یافتہ ممالک میں ہر جگہ دکھائی دے رہے ہیں۔ کہ اولاد کو اپنے والدین
سے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یورپ کے بعض علاقوں میں پولیس کی تحقیق کے مطابق تیس
فیصد گھر ایسے ہیں جہاں بچے اپنے ماں باپ سے محفوظ نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ جنسی
بے راہ روی کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ پس جہاں یہ صورت حال ہو وہاں یہ دعا کیسے
کام کر سکتی ہے کہ رب ارحمهما (۔) یہ ایک ایسے صالح معاشرے کی دعا ہے جہاں
والدین نے اپنی اولاد سے محض عام سلوک نہیں کیا۔ ذمہ داریاں ہی ادا نہیں کیں بلکہ
بے حد رحمت کا سلوک کیا اور ان کی تربیت شفقت سے کی، کسی غصے کے ساتھ نہیں کی۔
اور تربیت کے لئے رحمت ضروری ہے۔ یاد رکھیں جہاں جلد بازی میں انسان غصے میں
مبتلا ہو جاتا ہے۔ اولاد کو مارنے لگ جاتا ہے اس کو گالیاں دینے لگ جاتا ہے وہاں
تربیت کا مضمون غائب ہو چکا ہوتا ہے۔ اور نفسانی جوش سے تربیت نہیں ہوا کرتی۔

حضرت اقدس مسیح موعود (۔) نے اسی لئے ایک (رفیق) پر بہت ہی خفگی کا اظہار فرمایا' جن کے متعلق اطلاع ملی تھی کہ وہ اپنی اولاد سے سختی کرتے ہیں اور مار کے ان کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں۔ اتنی سختی کا اظہار فرمایا کہ بہت کم میں نے حضرت مسیح موعود کو اپنے رفقاء پر اس طرح ناراض ہوتے دیکھا ہے اور بار بار اس طرف توجہ دلائی کہ تم دعا کیوں نہیں کرتے۔ اس سے پتہ چلا کہ خدا کے پاک بندے جو سچا ایمان رکھتے ہیں وہ تمام کوششوں میں سب سے زیادہ اہمیت دعا کو دیتے ہیں۔

تربیت میں سب سے اہم دعا ہے

پس رب ارحمھما (۔) میں ایک یہ پہلو بھی ہمارے سامنے آ گیا کہ وہ رستہ جس پر خدا کے انعام یافتہ لوگ چلا کرتے تھے وہ اپنی اولاد کے لئے صرف رحمت کا سلوک نہیں کیا کرتے تھے۔ ان کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور ان کی دعائیں ان کے رحم کے نتیجہ میں ہوتی تھیں۔ کیونکہ رحم کے نتیجے میں وہ خود بعض سختیاں اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ بعض جگہ وہ تجاوز نہیں کر سکتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے کہ میں یہاں زبردستی اس کو ٹھیک کر دوں۔ اس کے نتیجہ میں ان کے دل میں درد پیدا ہوتا تھا اور دعاؤں کی طرف توجہ پیدا ہوتی تھی۔ پس وہ لوگ جو **منعم علیھم** ہیں جن کو خدا نے اس رستہ پر کامیابی سے چلنے کی توفیق بخشی جو انعام یافتہ لوگوں کا رستہ تھا۔ انہوں نے اپنی اولادوں کے لئے دعائیں بھی بہت کیں۔ پس اس کے نتیجہ میں خدا نے بھی جواباً حسن سلوک سکھایا تو اس مضمون کو دعا پر ختم کیا۔ فرمایا وہ تمہارے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اس میں دعائیں بھی شامل تھیں۔ کَمَا کے لفظ نے بتا دیا کہ دعائیں ضرور شامل تھیں اگر دعائیں شامل نہ ہوتیں تو خدا دعا سکھاتا کیوں؟ پس اس مضمون کو دعا پر ختم کرنا اس آیت کو بہت ہی زیادہ دلکشی عطا کرتا ہے۔ بہت ہی حسین بنا دیتا ہے۔ کیسا

کامل کلام ہے۔تربیت کے سارے امور بھی اس میں بیان ہو گئے دونوں نسلوں کے تعلقات اس میں بیان ہو گئے وہ خطرات بیان ہو گئے جو ہمیں درپیش آ سکتے ہیں جن سے ہمیں متنبہ کیا گیا اور پھر یہ بتایا گیا کہ تربیت کا بہترین طریق دعا ہی ہے پس جس طرح تمہارے والدین بچپن میں دعاؤں کے ذریعہ تم سے اپنی رحمت کا اظہار کرتے تھے تم بھی آخر پر خدا سے یہ دعا کیا کرنا اور اس دعا کو حسن سلوک کے بعد رکھا ہے۔ دیکھیں!واخفض لھما (۔)ان پر اپنی رحمت کے پر پھیلا دؤان کو اپنے پروں کے نیچے لےلو۔ساری بات بظاہر مکمل ہو گئی۔پھر فرمایا نہیں مکمل ہوئی جب تک یہ دعا ساتھ نہیں کرو گے۔اس وقت تک تم حقیقت میں احسان کا بدلہ احسان کے ذریعہ نہیں دے سکو گے۔پس اس دعا نے اس مضمون کو مکمل کیا اس دعا کے وقت ان سب باتوں کو اگر ہم پیش نظر رکھیں تو اس دعا میں بہت گہرائی پیدا ہو جاتی ہے اور بہت عظمت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ دعا اگلوں کے لئے بھی مفید ہے اور گزرے ہوؤں کے لئے بھی مفید ہے اور ہر طرف برابر اثر دکھاتی ہے۔

توحید باری تعالیٰ کے ساتھ اس مضمون کا بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ سوسائٹی میں وحدت توحید کے اعلیٰ قیام کے لئے ضروری ہے۔اور سوسائٹی میں وحدت تبھی ممکن ہے اگر والدین کا اولاد کے ساتھ اور اولاد کا والدین کے ساتھ گہرا اٹوٹ تعلق قائم ہو چکا ہو۔اسی کے نتیجہ میں خاندان استوار ہوتے ہیں اسی کے نتیجہ میں سوسائٹی میں یک جہتی پیدا ہوتی ہے۔ جہاں خاندانی رشتے ٹوٹ جائیں جہاں والدین اپنی اولاد سے الگ ہونے شروع ہو جائیں وہاں سوسائٹی پارہ پارہ ہو کر بکھر جاتی ہے اور ایک بکھری ہوئی منتشر سوسائٹی توحید پر قائم نہیں ہوا کرتی پس وحدت کے ساتھ اس مضمون کا ایک اور بھی گہرا تعلق ہے یعنی ایک تعلق تو یہ ہے کہ خدا کو اپنی توحید کے بعد سب سے زیادہ یہ چیز

پیاری ہے کہ مومن احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینے والا ہو اور دوسرا تعلق یہ ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔

(ذوق عبادت صفحہ 257 تا 269 نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت ابو ہریرہؓ کا نمونہ

اس دعا کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہؓ کا نمونہ بہت ہی دلکش ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ایک زمانہ میں ذی الحلیفہ میں رہتے تھے (جو مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے)

وہ ایک گھر میں مقیم تھے اور ان کی والدہ قریب ہی ایک دوسرے مکان میں تھیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ جب بھی باہر نکلتے تو والدہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر انہیں سلام کرتے۔ جب وہ جواب دیتیں تو حضرت ابو ہریرہ ان کے لئے یہ دعا کرتے رحمک اللہ کما ربّیتنی صغیراً اللہ آپ پر رحم فرمائے جس طرح آپ نے میرے بچپن میں رحمت کے ساتھ میری پرورش کی تھی۔ اس پر والدہ یہ دعا کرتیں۔ رحمک اللہ کما بررتنی کبیراً اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے جس طرح تم بڑی عمر میں میرے ساتھ حسن سلوک کرتے ہو۔ حضرت ابو ہریرہ جب باہر سے واپس آتے تو یہی عمل دہراتے۔

(الادب المفرد صفحہ 5 امام بخاری باب جزاء الوالدین مطبع التازیہ)

حضرت مسیح موعود کی دعا

حضرت مسیح موعود کی اپنی والدہ سے محبت اور ان کے لئے دعا کا ذکر آپ کے ساتھی یوں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کو اپنی والدہ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب کبھی ان کا ذکر فرماتے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا چشمدید بیان ہے کہ حضور ایک مرتبہ سیر کی غرض سے اپنے پرانے قبرستان کی طرف نکل گئے۔ راستہ سے ہٹ کر آپ ایک جوش کے ساتھ اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر آئے اور اپنے خدام سمیت ایک لمبی دعا کی۔ حضور جب کبھی حضرت والدہ صاحبہ کا ذکر کرتے تو آپ چشم پُر آب ہو جاتے۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 125 از مولانا دوست محمد شاہد ادارۃ المصنفین)

باب پنجم

☆

جو عزت رسول اللہؐ نے عورت کو دی ہے

کسی اور مذہب نے نہیں دی

جتنا پیار ماں بچے سے کرتی ہے کوئی

دوسری ہستی نہیں کر سکتی

حضورؐ نے حارثہ بن نعمانؓ کی جنت میں قراءت

سنی اور فرمایا وہ ماں سے بہت حسن سلوک کرتے تھے

ماں کی عظمت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا وَحَمْلُہٗ وَ فِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (الاحقاف۔16)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ مشکل سے اس کی ماں نے اپنے پیٹ میں اس کو رکھا اور مشکل ہی سے اس کو جنا اور یہ مشکلات اس دور دراز مدت تک رہتی ہیں کہ اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کے دودھ کا چھوٹنا تیس مہینہ میں جا کر تمام ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ایک نیک انسان اپنی پوری قوت کو پہنچتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اس بات کو توفیق دے کہ تو نے جو مجھ اور میرے ماں باپ پر احسانات کئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کرتا رہوں اور مجھے اس بات کو بھی توفیق دے کہ میں کوئی ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے۔ اور میرے پر یہ بھی احسان کر کہ میری اولاد نیک بخت ہو اور میرے لئے خوشی کا موجب ہو اور میں اولاد پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ ہر ایک حاجت کے وقت تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں ان میں سے ہوں جو تیرے آگے اپنی گردن رکھ دیتے ہیں اور نہ کسی اور کے آگے۔

(ترجمہ: حضرت مسیح موعود از چشمہ معرفت صفحہ 200 حاشیہ)

اس آیت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے والدہ کے حقوق کا الگ اور خصوصی ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہی مضمون دیگر آیات اور احادیث میں بھی ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطہ بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو چیچک ہو ہیضہ ہو طاعون ہو ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔

ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا۔ ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(ملفوظات جلد چہارم جدید ایڈیشن صفحہ 289)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اس مضمون کے تعلق میں فرماتے ہیں۔

پہلے ماں باپ ہر دو کی طرف توجہ دلا کر پھر ساتھ ہی ماں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر شروع کر دیا کیونکہ عموماً لوگ باپ کی عزت تو کرتے ہیں مگر ماں کی خدمت کا حق ادا نہیں کرتے۔ (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 366)

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ماں کی خدمت کو بہت اہم قرار دیا ہے۔

جنت ماں کے قدموں تلے ہے

حضور ﷺ نے فرمایا

الجنة تحت اقدام الامھات

(الجامع الصغیر 144۔ از علامہ سیوطی المکتبہ الاسلامیہ سمندری پاکستان)

مذکورہ بالا حدیث ماں کے قدموں تلے جنت ہے کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان کی مشہور لیڈر سروجنی نائیڈو نے اعتراف کیا سب سے زیادہ پیاری چیز جو اسلام ہندوستان میں لایا وہ یہ تھی کہ۔

ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول حصہ چہارم صفحہ 45 ملک فضل حسین احمدی۔ پبلشر سید محمد سعید بریلوی طبع اول دسمبر 1929ء)

یہ حدیث رسول اللہؐ کے جوامع الکلم کا شاہکار ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

یہ حدیث کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر ماں اچھی تربیت کرے تو اچھی نسل پیدا ہوگی اور جو انعامات باپ حاصل کرے گا وہ دائمی ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ماں اچھی تربیت نہیں کرے گی تو باپ کے کمالات باپ تک ختم ہو جائیں گے اور دنیا کو جناتِ عدن حاصل نہیں ہونگی۔ یہی مفہوم اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو معاویہ بن جاہمہؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ مجھے اجازت دیجیئے کہ میں فلاں جہاد میں شامل ہو جاؤں آپ نے فرمایا۔ کیا تیری ماں زندہ ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں حضور زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا فَالزِمْهَا فَاِنَّ الجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا ۔ (نسائی جلد۲ کتاب الجہاد) جا اور اسی کے پاس رہ کیوں کہ اس کے قدموں میں جنت ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں بعض ایسے نقائص تھے جن کے متعلق رسول کریم ﷺ سمجھتے تھے کہ اگر وہ ماں کی صحبت میں رہا تو اس کی عمدہ تربیت سے وہ دور ہو جائیں گے۔ ممکن ہے اس میں تیزی اور جوش کا مادہ زیادہ ہو اور رسول کریم ﷺ نے یہ سمجھا

ہو کہ اگر یہ جہاد پر چلا گیا تو اس کی طبیعت میں جو جوش کا مادہ ہے وہ اور بھی بڑھ جائے گا لیکن اگر اپنی والدہ کے پاس رہا اور اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسے اپنے جوشوں کو دبانا پڑا تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ بہر حال کوئی ایسی ہی کمزوری تھی جس کی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے اس کے لئے ماں کی تربیت جہاد کے میدان سے زیادہ بہتر سمجھی اور اسے اپنی والدہ کی خدمت میں رہنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ حدیث بھی ظاہر کرتی ہے کہ جنت عورت کے تعاون کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ غرض عورت کا جنت میں ہونا ضروری ہے نہ صرف اگلی جنت میں بلکہ دنیوی جنت میں بھی۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ (خلافت راشدہ صفحہ 118)

اسلام میں ماں کا مقام و مرتبہ

اس ارشاد کے معارف بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"دنیا کے سب مذاہب میں عورت کا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر ملتا ہے اور میں نے اس پہلو سے دنیا کے تمام مذاہب کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت ہے کہ جو عزت اور مقام اور مرتبہ قرآن کریم اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے عورت کو عطا فرمایا اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ جب انسان یہ موازنہ کرتا ہے تو تعجب میں غرق ہو جاتا ہے اور بہت ہی تکلیف دہ پر عذاب تعجب میں غرق ہو جاتا ہے کہ یہ تمام مذاہب جن میں عورت کا یا مثبت رنگ میں ذکر ملتا ہے تو بہت معمولی اور بے حیثیت یا منفی رنگ میں ذکر ملتا ہے اسلام پر حملے کرنے میں یہ سب سے زیادہ تیزی دکھاتے ہیں اور شوخی دکھاتے ہیں کہ اسلام میں عورت کا کوئی مقام اور مرتبہ نہیں۔

ایک دفعہ یورپ میں سوال و جواب کی کسی مجلس میں عیسائی خاتون نے یہ سوال کیا اور مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھی سوال و جواب کی کوئی ایسی مجلس ہوئی ہو جس میں یہ سوال نہ کیا گیا ہو تو میں نے اسے کہا کہ میں صرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک فرمان تمہیں سناتا ہوں۔ تم مذاہب کا ہی نہیں تمام دنیا کی تہذیبوں میں عورت کے ذکر کی تحقیق کر دیکھو اور وہ شان جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک چھوٹے سے پاکیزہ جملے میں عورت کو عطا کر دی ہے اس کا لاکھواں کروڑواں حصہ بھی مجھے کہیں اور سے لا کر دکھاؤ۔ میں نے اسے بتایا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تمہاری جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اتنا خوبصورت فقرہ ہے۔ عورت کے لئے اتنا عظیم اظہار تحسین ہے کہ جس کے متعلق یہ فقرہ کہا جائے بلا شبہ اس کو آسمان کی بلندترین رفعتیں عطا ہو جاتی ہیں۔ کسی مرد کے متعلق نہیں فرمایا یا مردوں کے کسی گروہ سے متعلق نہیں فرمایا کہ ان کے پاؤں تلے ان کی اولادوں کی جنت ہے یا قوم کی جنت ہے۔ صرف عورت کو مخاطب کرتے ہوئے یہ ایسا سرٹیفکیٹ ایسا لقب عطا فرما دیا۔ ایسا مقام عطا کر دیا۔ ایسا مطمح نظر اس کو بخشا جس کی کوئی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ جب میں نے اس کی مزید تفصیل بیان کی تو وہی خاتون جنہوں نے بڑی شوخی سے تو نہیں کہنا چاہئے مگر اعتماد کے ساتھ یہ جانتے ہوئے یہ احساس رکھتے ہوئے یہ سوال کیا تھا کہ اس سوال کا کوئی جواب کسی کے پاس نہیں ہو سکتا یہ سن کر نہ صرف یہ کہ اس کا سر جھک گیا بلکہ بعد میں تائید میں کھڑی ہوئی اور اس نے کہا آج مجھے پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ اسلام عورت کو کیا عزت عطا کرتا ہے اور کیا مقام بخشتا ہے۔

یہ ایک چھوٹی سی ہدایت ہے لیکن اس کے اندر مثبت رنگ کے بھی اور منفی رنگ کے بھی بہت گہرے مضامین ہیں۔ یہ محض ایک خوشخبری ہی نہیں بلکہ اِنذار کا پہلو بھی رکھتی

ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عورتوں کے متعلق مردوں کو یہ نصیحت کرنا یا تمام قوم کو یہ نصیحت کرنا کہ تمہاری جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے ایک بہت ہی معارف کا سمندر ہے جو ایک چھوٹے سے فقرے کے کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ عورت کے اختیار میں ہے کہ قوم کا مستقبل بنائے۔ جس جنت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صرف آخرت کی جنت نہیں بلکہ اس دنیا کی جنت بھی ہے۔ کوئی قوم جسے اس دنیا کی جنت نصیب نہ ہو اسے آخرت کی جنت کی موہوم امیدوں میں نہیں رہنا چاہئے وہ محض ایک دیوانے کا خواب ہے کیونکہ جس کے دل کو اس دنیا میں سکینت نصیب نہیں ہوتی اسے آخرت میں بھی سکینت نصیب نہیں ہو سکتی۔ جو اس دنیا میں اندھے ہیں وہ اس دنیا میں بھی اندھے ہی اٹھائے جائیں گے۔ پس اس پہلو سے مسلمان عورت کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جو اس دنیا کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس دنیا کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ ہر خاتون جو گھر کی ملکہ ہے کیا اس کے گھر میں جنت بن گئی ہے یا نہیں بنی؟ کیا اس کی اولاد میں جنتیوں والی علامتیں پائی جاتی ہیں کہ نہیں؟ اسے دیکھ کر ہر عورت خود اپنے نفس کا جائزہ لے سکتی ہے اور اس بات کو پرکھ سکتی ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیش کردہ کسوٹی کے مطابق میں وہ عورت ہوں کہ نہیں جس کا ذکر میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اتنے پیار اور اتنے ناز اور اتنے اعتماد کے ساتھ کیا ہے مجھے مخاطب کیا میرا ذکر فرمایا اور یہ کہا کہ اے مسلمان عورت! جو میرے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی تجھ سے مجھے یہ توقع ہے کہ تیرے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ پس یہ محض مردوں کے لئے ہی پیغام نہیں بچوں کے لئے ہی پیغام نہیں کہ تم اپنی جنت اپنی ماں کے پاؤں تلے ڈھونڈو اور بالعموم یہی معنی ہیں جو سمجھے جاتے ہیں اور بیان کئے جاتے ہیں کہ عورت کا ادب کرو۔ عورت کی دعائیں لو حالانکہ

اس سے بہت زیادہ وسیع تر معنی عورت کے کردار کے تعلق میں بیان ہوئے ہیں۔ اگر ہمارا معاشرہ ہر گھر کو جنت نہیں بنا دیتا تو اس حدیث کی رو سے وہ معاشرہ (دینی) نہیں ہے۔ اور اگر جنت کے جہنم بنانے میں مردوں کا قصور ہے تو یہ قصور محض اس وقت کے دائرے میں محدود نہیں جس میں اس کی شادی ہوئی اور ایک عورت کے ساتھ اس نے ازدواجی زندگی بسر کرنی شروع کی بلکہ اس کا تعلق ایک گزرے ہوئے زمانے سے بھی ہے۔ اس نے ایسی بدنصیب ماں بھی پائی کہ جس کے قدموں تلے اسے جنت کی بجائے جہنم ملی پس جنت کی خوشخبری سے یہ مراد نہیں کہ لازماً ہر ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ مراد یہ ہے کہ خدا توقع رکھتا ہے کہ اے مسلمان عورتو! تمہارے پاؤں تلے سے جنت پھوٹا کرے اور جہاں تمہارے قدم پڑیں وہ برکت کے قدم پڑیں اور تمہاری اولادیں اور تم سے تربیت پانے والے ایک جنت نشان معاشرے کی تعمیر کریں۔ پس اس نقطہ نگاہ سے احمدی خواتین کو بہت کچھ سوچنے کی ضرورت ہے۔ بہت کچھ فکر کی ضرورت ہے۔ اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اور جتنی (دینی) تعلیمات بعض عیوب سے تعلق رکھتی ہیں یعنی عورت کو بعض باتیں کرنے سے روکتی ہیں اور بعض ادائیں اختیار کرنے سے منع فرماتی ہیں ان کا اس حدیث کے مضمون سے بلاشبہ ایک گہرا تعلق ہے۔ وہ سب باتیں وہ ہیں جو جنت کو جہنم میں تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

(خطاب جلسہ سالانہ قادیان 27 دسمبر 1991ء)

سب سے پہلے ماں

حضرت مقدام بن معدیکربؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تین بار فرمایا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء سے حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ رشتہ دار اور تعلق داروں سے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالدین حدیث 3651)

حضرت ابن سلامہ السلمیؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے تین بار والدہ سے حسن سلوک کا حکم دیا اور چوتھی دفعہ والد کا ذکر فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالدین حدیث 3647)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا۔ تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا۔ تیری ماں۔ اس نے چوتھی بار پوچھا۔ پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا۔ ماں کے بعد تیرا باپ تیرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

(بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة حدیث 5514)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہاں جو ماں پر زور دیا گیا ہے' مختلف احادیث میں کہیں ماں باپ کا اکٹھا ذکر آیا ہے کہیں الگ الگ آیا ہے تو اس میں اور امکانات ہیں۔ یا تو وہ شخص ماں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا اس لئے تکرار کے ساتھ بار بار اس کو نصیحت کی گئی کہ تیری ماں۔ دوسرے یہ امر واقعہ ہے کہ ماں سے زیادہ بچے سے کوئی پیار نہیں کر سکتا۔ ماں سے زیادہ بچے کے لئے کوئی دکھ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کو حقیقت میں کبھی بھلایا جا ہی نہیں سکتا اگر کسی انسان کے دل میں شرافت ہو۔ تو ماں اس کو پالتی ہے' ماں

اس کے لئے ہر قسم کے دکھ برداشت کرتی ہے، ہر قسم کی گندگی صاف کرتی ہے اور جس طرح وہ پیار کرتی ہے ویسے کوئی اور رشتہ دار پیار نہیں کر سکتا۔ بیوی بھی پیار نہیں کر سکتی۔

ایک فرضی حکایت ہے مگر ہے بہت سبق آموز۔ کہتے ہیں کہ ایک لڑکے کو اپنی بیوی سے جاہلانہ حد تک عشق تھا اور ایسا جاہلانہ کہ اس کو خوش کرنے کے لئے ہر بیہودہ حرکت کرنے پر بھی تیار تھا۔ وہ اپنی ساس سے بہت جلتی تھی۔ اور اپنی ساس کو جب اپنے بچے سے پیار کرتے ہوئے دیکھتی تھی تو اس سے اس کے دل میں حسد بھڑک اٹھتا تھا۔ تو ایک روز اس کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر تم مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو اپنی ماں کا سر طشتری میں سجا کر لاؤ ورنہ میرا خیال چھوڑ دو۔ اس بیوقوف بیٹے نے یہ کام کیا کہ طشتری میں اپنی ماں کا سر سجایا جبکہ وہ اپنی بیوی کی طرف آ رہا تھا راستے میں ٹھوکر لگی اور اس کہاوت میں یہ ہے کہ اس کا سر زمین پر گر پڑا تو اس سر سے آواز آئی میرے بچے! تجھے چوٹ تو نہیں لگی۔ پس ماؤں کے دل ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اگر چہ یہ کہاوت فرضی ہے مگر ان کے دل ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

پس ماؤں سے جو غیر معمولی حسن سلوک کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بالکل صحیح ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ساری جماعت میں ماؤں کی عزت کی جائے گی۔ (الفضل 2۔ مئی 2000ء)

ایک صحابی حضورؐ کے پاس آئے اور کہا مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے حضور نے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے اس نے عرض کیا نہیں۔ تو فرمایا کیا تیری خالہ موجود ہے عرض کیا ہاں تو فرمایا اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔ (خدا تیرا گناہ بخش دے گا)

(ترمذی کتاب البر والصلہ باب فی بر الخالہ حدیث 1827)

بزرگوں کے نمونے

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں رویا میں جنت میں داخل ہوا۔ اور اس میں قراءت سنی تو میں نے پوچھا یہ کون ہے تو اہل جنت نے کہا یہ حارثہ بن نعمان ہے وہ اپنی ماں کے ساتھ سب لوگوں سے بڑھ کر حسن سلوک کرنے والے تھے۔

(مشکوٰۃ کتاب الادب باب البر والصلہ)

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔

کہ جس کام کو میں سب کاموں سے بعد جانتا تھا۔ وہ مقدم کام تھا۔ یعنی والدہ کی رضا مندی پھر فرمایا۔ کہ جس چیز کو میں مجاہدات و ریاضات شاقہ میں تلاش کرتا پھرتا تھا۔ وہ میں نے گھر میں آسانی سے حاصل کر لی ایک رات والدہ نے پانی طلب کیا۔ میں کوزہ میں سے پانی لینے گیا مگر وہاں پانی نہ تھا۔ گھڑے میں دیکھا۔ مگر وہاں بھی پانی نہ تھا۔ چنانچہ میں نہر پر جا کر پانی لایا۔ مگر میری واپسی تک والدہ پھر سو گئی تھیں۔ میں اسی طرح پانی کا کوزہ لئے کھڑا رہا۔ سخت سردی کے باعث کوزہ میں پانی جم گیا۔ جب والدہ بیدار ہوئیں۔ تو انہوں نے مجھ کو یوں کھڑے دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ میں نے عرض کی۔ کہ شاید آپ بیدار ہوں اور پانی طلب کریں۔ لیکن میں حاضر نہ ہوں۔ اس ڈر کی وجہ سے میں کھڑا رہا۔ یہ سن کر والدہ نے پانی پیا اور میرے حق میں دعا کی۔

ایک رات کا ذکر ہے۔ والدہ نے فرمایا۔ کہ بیٹا آدھا دروازہ کھول دو۔ یہ کہہ کر وہ سو گئیں۔ میں اب حیران تھا۔ کہ کون سا دروازہ۔ دائیں طرف کا یا بائیں طرف کا کھولوں۔ اس شش و پنج میں کہ والدہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کر بیٹھوں۔ دروازے ہی میں کھڑے کھڑے ساری رات گزر گئی۔ صبح کے وقت میں نے دیکھا کہ

جس چیز کی مجھے خواہش تھی وہ دروازے سے اندر داخل ہوئی۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ 107)

بے بے جی اداس ہیں

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی اپنی والدہ سے محبت اور اطاعت کا نمونہ قابل رشک ہے۔

فزکس لارئیٹ ڈاکٹر عبدالسلام کا بیان ہے۔

''انہیں اپنی والدہ صاحب سے جو مدت ہوئی فوت ہو چکی ہیں جس قدر محبت تھی اس کا اور جو سبق انہوں نے اپنی والدہ صاحبہ سے سیکھے ان کا وہ ہمارے سامنے اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے۔ وہ اپنی کتاب کے صفحہ 297 پر اپنی والدہ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ ''جس آدمی کو ہم پسند کرتے ہیں اس سے مہربانی کرنا کوئی نیکی نہیں ہے نیکی یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے مہربانی کا سلوک کریں جن کو ہم ناپسند کرتے ہیں۔'' اسی طرح وہ فرمایا کرتی تھیں۔ ''دوستی وہ ہے جو ہمیشہ قائم رہے۔ وقتی دوستی دوستی نہیں ہوتی''۔ (خالد دسمبر 1985ء صفحہ 59)

محترم بشیر احمد خان رفیق سابق امام بیت الفضل لندن کا مشاہدہ:۔

''مجھے وہ سماں بھی کبھی نہ بولے گا جب آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ کی قبر پر دعا کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس وقت آپ کی حالت اس قدر غیر تھی کہ یوں لگتا تھا گویا آپ کسی اور جہاں میں ہیں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور سینہ یوں شدت غم سے ابل رہا تھا جیسے ہانڈی چولہے پر ابل رہی ہو۔ دیر تک آپ کی یہ کیفیت رہی۔ اگلے دن فرمایا کہ میں اپنی والدہ کی قبر پر ایسے وقت میں جانا چاہتا ہوں جب میں اکیلا ہوں۔ چنانچہ

اگلے ہی روز بہت منہ اندھیرے آپ ان کی قبر پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔"

(ماہنامہ خالد دسمبر 1985ء صفحہ 88)

محترم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب امیر ضلع لاہور بیان کرتے ہیں:۔

"جب بھی طبیعت ناساز ہوتی ہمیشہ اپنی بیٹی کو بلایا کرتے تھے۔ مجھ سے بارہا کہا کہ امۃ الحیٰ کے آ جانے سے مجھے اطمینان ہو جاتا ہے اور وہ کچھ ایسا کرتی ہے کہ میری طبیعت سے بے چینی دور وہ جاتی ہے۔ کئی مرتبہ اپنی بیٹی کو پاس بٹھا کر جبکہ خود لیٹے ہوتے تھے فرمایا کرتے تھے تم اونچی آواز میں دعائیں پڑھو۔ میں تمہارے ساتھ دہراؤں گا اس سے مجھے بہت سکون ملتا ہے اور باپ بیٹی یہ عمل دیر تک کرتے رہتے تھے..........

اس بات کا اظہار فرماتے کہ تمہاری شکل بے بے جی سے ملتی ہے۔ ایک دفعہ امۃ الحیٰ دفعۃً کمرے میں آئیں اور کوئی بات ایسی محبت سے عرض کی کہ بابا جی نے یکدم اوپر دیکھا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ایسی حالت ہو گئی کہ امۃ الحیٰ جس قدر تسلی اور شفقت سے اس حالت سے نکالنے کی کوشش کرتیں اسی قدر اثر زیادہ ہوتا۔ یہاں تک کہ امۃ الحیٰ کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہاں ٹھہرے اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ بابا جی نے فرمایا آج امۃ الحیٰ کو دیکھا تو یوں لگا کہ بے بے جی ہیں اور طبیعت بے چین ہو گئی۔ تین روز تک یہ حالت رہی کہ تمام وقت آنسو رواں رہے۔ اور باپ بیٹی دونوں ایک ایسی حالت میں تھے کہ نہ باپ کو جذبات پر ایسا قابو آیا کہ وہ بیٹی کو بلائے اور نہ ہی بیٹی کو ہمت ہوئی کہ باپ کے پاس جائے۔ جذبات محبت سے مغلوب ایک دوسرے کی خیریت معلوم کر لیتے تھے۔"

(انصار اللہ نومبر 1985ء صفحہ 142)

جناب ثاقب زیروی صاحب کی زبانی یہ رقت انگیز واقعہ سنیئے۔

''میں (1970ء میں لندن سے) پاکستان کو واپسی کے لئے تیار ہوا۔ اور سلام کے لئے حاضر ہوا تو اٹھ کر از راہ کرم گستری مجھے معانقہ سے نوازا۔ میری پیشانی پر بوسہ دیا اور حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بصد ادب ہدیہ سلام نذر کرنے کے لئے کہا۔ میں نے معانقہ کے دوران (سرگوشی کے سے انداز میں دعائیہ رنگ میں) کہا اللہ آپ کو لمبی صحت والی اور برکتوں اور مسرتوں بھر زندگی عطا فرمائے۔ آپ کی شفقتوں نے میرے اس سفر کو ایک یادگار و ایمان افروز سفر بنا دیا'' فرمایا ''جزاک اللہ احسن الجزاء'' لیکن لمبی زندگی کی دعا نہ کیجئے وہاں بے بے جی بہت اداس ہیں''۔

(انصار اللہ نومبر 1985ء صفحہ 158)

باب ششم

والدین کی طرف سے خدا کا شکر

اے خدا مجھے توفیق دے کہ میں اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے پر اور میرے والدین پر کی ہے

یہ دعا آنحضرت ﷺ کے حوالے سے آپ کے ہر متبع کو سکھائی گئی ہے

والدین پر خدا کی نعمت کے شکر کا ایک طریق اعمال صالحہ بجا لانا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اسے جنم دیا۔ اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیں مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جن سے تو راضی ہو اور میرے لئے ذریت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلا شبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (احقاف۔16)

اس آیت کا ایک اہم مضمون یہ ہے کہ:۔

انسان ان نعمتوں کا بھرپور شکریہ ادا کرے جو خدا نے اس کے والدین پر کی تھیں۔ اس بارہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا نمونہ پیش فرمایا گیا ہے۔

اس آیت کا ترجمہ اور وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہم نے الانسان یعنی محمد رسول اللہ کو انسان کامل کو یہ نصیحت فرمائی کہ اپنے والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ یہاں یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تو اپنے والدین کا منہ نہیں دیکھا۔ والدہ کو دیکھا لیکن تھوڑے عرصہ کے لئے اور والد تو بعض روایات کے مطابق آپ کے پیدا ہونے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ پس بوالدیہ احسانا کا کیا مطلب ہے۔ یہاں دراصل آنحضرت ﷺ کو جو نصیحت ہے وہ تمام بنی نوع انسان کو نصیحت ہے کیونکہ انسان کامل کو جو نصیحت کی جائے اس میں تمام ادنیٰ

انسان شامل ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مزید کسی تمہید باندھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ فرمایا ہم نے انسان کامل سے یہ کہا تھا کہ یاد رکھو کہ اپنے والدین سے ہمیشہ احسان کا سلوک کرنا حملته امه کرھا و و ضعته کر ھا یہ مضمون بھی دیکھ لیجئے عام ہے۔ تمام بنی نوع انسان پر یہ مضمون مشتمل ہے۔ آگے جا کر یہ مضمون اور رنگ اختیار کر جائے گا۔ تم دیکھو تمہاری ماؤں کا تم پر کتنا احسان ہے یا اگر لفظی ترجمہ کریں تو غائب میں مضمون بیان ہو رہا ہے۔ تو ترجمہ ہو گا ہر انسان کی ماں اسے بہت تکلیف سے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے۔ (۔) اور بہت تکلیف کے ساتھ جنم دیتی ہے۔ نو مہینے تک اپنے پیٹ میں پالتی ہے۔ ایسی حالت میں کہ وہ بہت ہی ادنی حالت سے ترقی کرتے کرتے انسان کی حالت تک پہنچتا ہے۔ اب آپ دیکھیں جس نے ربنا اللّٰہ کا دعویٰ کیا تھا اسی کی مزید صفت بیان ہوئی ہے۔

رب کا مطلب ہی یہ ہے ادنی سے ترقی دے کر اعلیٰ حالت تک پہنچانے والا۔ انسانی رشتوں میں اس کی بہترین مثال ماں بنتی ہے فرمایا اپنی ماں کی طرف دیکھو کہ ہر انسان کی ماں نے اسے بڑی مصیبتوں سے پیٹ میں پالا اور پھر بڑے خطرات کے ساتھ اس کو جنم دیا۔ (۔) اور یہ عرصہ پیٹ میں اٹھائے پھرنے کا اور پھر وضع حمل کا اور پھر دودھ پلانا یہ تیس مہینوں تک پھیلا ہوا ہے۔ (۔) یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ (۔) تو اس نے دعا کی جو میں بیان کروں گا۔ یہاں میں نے کہا تھا کہ آگے جا کر مضمون بدل جائے گا۔ ایک مضمون ہے عام جو سارے بنی نوع انسان میں مشترک ہے۔ ہر ایک کی ماں اسی طرح اسے جنم دیتی ہے لیکن ہر شخص احسان مند نہیں ہوا کرتا۔ اب واپس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف مضمون لوٹ گیا ہے۔ ایک عام واقعہ بیان کر کے جو سب بنی نوع انسان میں مشترک

ہے پھر الانسان بمعنی محمد رسول اللہ اس مضمون کو دوبارہ اٹھالیا گیا اور یہ کہا گیا کہ جب وہ بلوغت کو پہنچا اور 40 سال کی عمر کو پہنچا اور 40 سال کی عمر آپ کی نبوت کی عمر تھی اس لئے 40 سال کا لفظ استعمال ہوا ہے ورنہ ہر انسان تو 40 سال کی عمر کو پہنچنے پر یہ بات نہیں کہا کرتا۔ پس یقیناً قطعی طور پر یہاں حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ مراد ہیں اور آپ کا نقشہ بیان فرمایا ہے کہ آپ نبوت پانے کے بعد کیا دعائیں کیا کرتے تھے۔ فرمایا (۔) اے میرے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں جو تو نے مجھ پر کی اور اس نعمت کو تمام کر دیا۔ (تمام کا مضمون لفظاً ظاہر نہیں لیکن نبوت میں تمام کا لفظ شامل ہوتا ہے اس لئے تمام کا لفظ داخل کیا) آیت کریمہ فرماتی ہے (۔) اے میرے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا رہوں۔ شکریہ ادا کر سکوں اس کی توفیق پاؤں جو تو نے مجھ پر فرمائی۔ وعلی والدی اور میرے والدین پر تو نے جو نعمت کی ہے اس کا بھی میں شکر ادا کروں۔

اب دیکھیں یہاں والدین سے آنحضرت ﷺ کے احسان کا یہاں ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ آپ کے والدین پہلے گزر چکے تھے۔ یہ مضمون لگتا ہے دو دھاگوں سے بنا ہوا ہے کبھی عام ہو جاتا ہے کبھی خاص ہو جاتا ہے۔ عام ہو جاتا ہے تو تمام بنی نوع انسان پر پھیل جاتا ہے جب سمٹتا ہے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں سمٹ آتا ہے۔ آپ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے خدا! مجھ پر تو نے جو اتنا بڑا احسان فرمایا یہ توفیق عطا فرما کہ اس پر شکر کا حق ادا کرسکوں اور صرف اسی کا نہیں بلکہ اپنے والدین کی طرف سے بھی تیرا شکر ادا کروں۔ صاف ظاہر ہے کہ والدین گزر چکے ہیں اور ان کو پتہ نہیں کہ کیا نعمت ان کو ملی ہے اور واقعۃً آنحضرت ﷺ کے والدین گزر چکے تھے ان کو کیا پتہ تھا کہ ان کی صلب سے دنیا کا سب سے بڑا انسان پیدا ہونے والا ہے اور وہ ایسے

اعلیٰ مدراج تک پہنچے گا کہ کبھی کسی انسان کے تصور میں بھی یہ نہیں آ سکتا تھا کہ کوئی شخص خدا کے اتنا قریب ہو جائے اور چونکہ والدین ایسی حالت میں گزر رے تھے کہ ابھی وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور نہ مسلمان ہو سکتے تھے اور انبیاء کو حکم نہیں ہے کہ وہ اپنے ان والدین کے لئے دعا کریں جن کے متعلق احتمال ہو کہ وہ مشرک ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے دعا نہیں کی بلکہ یہ عرض کیا ہے کہ اے خدا! ان پر بھی تو نے بہت بڑا انعام کیا ہے۔ اتنا بڑا انعام کہ مجھے ان کے گھر پیدا کر دیا اور وہ شکر ادا نہیں کر سکتے۔ ان کو علم نہیں ہے کہ کیا احسان تو نے ان پر کیا ہے۔ مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ان کی طرف سے تیرا شکر ادا کروں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی مغفرت کی دعا کرنے کا اس سے اعلیٰ طریق اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور ان معنوں میں احسان کا بدلہ بھی اتار گئے۔ مضمون دیکھیں کس طرح اٹھایا گیا ہے کہ والدین کے احسان کو یاد کرو۔ والدین کے احسان کو یاد کر کے آنحضرتؐ فرماتے ہیں اے خدا! ان کی طرف سے مجھے شکر کی توفیق عطا فرما۔ پس جن کی طرف سے محمد رسول اللہ شکر یہ ادا کر رہے ہوں کیسے ممکن ہے میں تو یقین نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک نہ فرمائے۔ (۔) اور شکر کی تعریف فرما دی۔ ہم جو زبانی شکر ادا کرتے رہتے ہیں یہ تو کوئی شکر نہیں۔ فرمایا شکر کس طرح ادا کروں فرمایا (۔) میں ہمیشہ ایسا عمل کروں کہ جن کے نتیجہ میں تو راضی ہوتا رہے۔ اس میں شکر کا فلسفہ بھی بیان ہو گیا۔ ایک انسان شکر اس لئے کرتا ہے کہ کوئی شخص اس پر احسان کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ اس احسان کا بدلہ چکا سکے۔ خدا کو آپ احسان کا بدلہ نہیں دے سکتے لیکن احسان کا بدلہ چکانے کی روح یہ ہے کہ جب آپ احسان اتارتے ہیں تو اگلا راضی ہوتا ہے۔ جب آپ کو کوئی تحفہ دے اور آپ اس کو اس سے بڑھ کر تحفہ دیں تو تحفے تو عارضی چیزیں ہیں بعض دفعہ خود استعمال بھی نہیں کرتا کسی اور کو دے دیتا ہے یا پھینک دیتا ہے یا اس کے کام کی چیز نہیں ہوتی لیکن وہ راضی ہو جاتا ہے

اگر محبت سے ایک ذرہ بھی کسی کو تحفہ دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتا ہے تو کیسا عمدہ گہرا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا۔ فرمایا کہ میں تو تجھ پر احسان کر نہیں سکتا لیکن تجھے راضی تو کر سکتا ہوں اور احسان کا بدلہ تو اسی لئے چکایا جاتا ہے کہ کوئی راضی ہو جائے بس اب تو ایسا فیصلہ فرما کہ ایسے عمل کی تو مجھے خود توفیق عطا فرما۔ مجھے معلوم نہیں تو کس عمل سے راضی ہو گا۔ جس عمل سے بھی تو راضی ہوتا ہے وہی عمل میں کرتا چلا جاؤں اور ساری زندگی میں تیری رضا حاصل کرتا رہوں۔ تجھے خوش کرتا رہوں (۔) ذریتی اور یہی نہیں میری ذریت کو بھی صالح بنا دے اور اس ذریت میں آپ سب شامل ہیں۔ صرف آنحضرت ﷺ کی جسمانی اولاد ہی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان جنہوں نے آپ سے تعلق جوڑنا تھا یا آئندہ جوڑیں گے وہ سارے اس دعا میں شامل ہو جاتے ہیں۔

(ذوق عبادت صفحہ 408 تا 411)

یہ دعا جو آنحضرت ﷺ کے مبارک منہ سے نکلی قریباً انہی الفاظ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبان سے بھی قرآن کریم نے درج فرمائی ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی دعا

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ

(النمل۔20)

اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ کی کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جو تجھے پسند ہوں۔ اور تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر۔

اس دعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ

بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء عارف تھے۔ خدا کی حکمت کے راز سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ اگر خدا نے توفیق نہ دی تو ہم شکر کا حق بھی ادا نہیں کرسکیں گے پس حضرت سلیمان کے منہ سے یہ دعا بہت زیب دیتی ہے کیونکہ آپ پر خدا کے بے انتہاء احسانات تھے۔ پس نہایت عاجزی کے ساتھ جھکتے ہوئے خدا کا خوف کھاتے ہوئے انہوں نے عرض کیا: (۔) اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما۔ (۔) کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں۔ (۔) اس نعمت کا جو تو نے مجھ پر کی اور صرف اسی کا نہیں۔ (۔) اور اس نعمت کا بھی مجھ پر شکریہ واجب ہے جو تو نے میرے والدین پر کی۔ اب یاد رکھیں اس دعا نے ہمیں ایک اور بہت گہرا حکمت کا موتی پکڑا دیا۔ بچوں پر فرض ہے کہ اپنے والدین کا شکریہ بھی ادا کریں۔ اور والدین پر جو خدا نے نعمتیں عطا کیں۔ والدین کی زندگی تھوڑی ہوئی۔ اور وہ ان سب نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کر سکے تو یہ اولاد کا فرض ہوگیا اور وہ والدین بھی جو خدا کے نیک بندے تھے اور انہوں نے خدا کا شکر کرتے ہوئے زندگی گزاری ان کی اولاد کو بھی یہ احساس ہونا چاہئے کہ ہم پر ہمارے ماں باپ کا احسان ہے۔ ہم اس احسان کا صرف اس رنگ میں بدلہ اتار سکتے ہیں کہ جو نیک کام وہ کیا کرتے تھے ان نیک کاموں کو ہم بھی کریں۔ جو خدا نے ان پر احسان کئے تھے ان احسانات کا شکریہ ہم ان کی طرف سے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کریں تو کتنا عظیم الشان نبی تھا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کتنی گہری معرفت اور حکمت کی باتیں کرنے والے تھے۔ آپ کی دعائیں بھی گہری حکمت پر مبنی تھیں۔ پس شکریہ اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے والدین کا بھی ادا کرنے کا خیال آیا۔ اور کہا وعلی والدی اور اپنے والدین کا بھی شکریہ ادا کروں اور کس طرح شکریہ ادا کروں؟ زبان سے نہیں۔ عرض کرتے ہیں (۔) ایک ہی طریق ہے تیرا شکریہ ادا کرنے کا نیک اعمال اعمال بجالاؤں۔ ایسے اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند آجائیں۔ (ذوق عبادت صفحہ 356-357)

باب ہفتم

خدمت والدین کا بلند مقام

حضرت اویس قرنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے
رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے

والدین کی خدمت بعض حالات میں حقوق اللہ سے
بھی مقدم ہو جاتی ہے

تین مقبول دعاؤں میں سے ایک والد کی دعا
بھی ہے جو رد نہیں ہوتی

رحمان خدا کی خوشبو

اس زمین پر جونعمتیں انسان کے لئے اس کے رب کی طرف سے اتاری گئیں ان میں سب سے بڑی نعمت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا وجود مبارک تھا۔ اور تمام نبیوں اوران کی قوموں سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ جب وہ موعود اقوام عالم آئے تو اس کے پاس حاضر ہو اوراس کی بیعت کرو۔

چنانچہ سعید روحوں نے جہاں تک ممکن تھا اس حکم پر لبیک کہا۔ اور ایسا نہ کرنے والے غضب الٰہی کا شکار ہوئے۔

مگر ایک استثناء ایسا ہے جو محمود قرار پایا۔ ایک شخص جو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوسکتا تھا وہ اس لئے رکا رہا کہ اس کی والدہ کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہ تھا اور اللہ اوراس کے رسول نے اس شخص کی نیت اور عمل کو خوشنودی کی راہ سے دیکھا۔

یہ حضرت اویس قرنی تھے جو یمن کے رہنے والے تھے اور والدہ کی خدمت کی وجہ سے حضور ﷺ کی زیارت اور دستی بیعت سے مشرف نہ ہو سکے۔ اس رحمی تعلق کو حضور ﷺ نے بے انتہا قدر کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا

انی اجد نفس الرحمان من ھھنا واشار الی الیمن

(کنزالعمال جلد12 صفحہ 50 حدیث 33951 ازعلامہ نورالدین علی المتقی۔موسسۃ الرسالۃ بیروت 1979ء)

یعنی یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا مجھے اس طرف سے رحمٰن خدا کی خوشبو آتی ہے۔

پھر آپ نے حضرت عمر جیسے مقرب صحابی کو فرمایا کہ بہترین تابعی اویس ہے۔

اس کی والدہ ہے۔جس کا وہ بہت فرمانبردار ہے اس سے ملو تو استغفار کی درخواست کرنا۔
چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل اویس حدیث 4613)

حضرت مسیح موعود حضرت اویس قرنی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔اویس قرنی کے لئے بسا اوقات رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف کو منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔آپؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاسؐ بھی نہیں آسکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ موجود ہیں مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی یا اویس کو یا مسیح کو۔ یہ ایک عجیب بات ہے جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے کو گئے تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں۔ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی۔ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چوڑھے چمار بھی کم لیتے ہوں گے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے۔اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونوں سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اعتراض کرتے

ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور فرمانبرداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ بہتری اسی میں ہے ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 295)

اگر والدہ بوڑھی نہ ہوتی

حضرت اویس قرنی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے رفقاء نے عظیم نمونے دکھائے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب فرماتے ہیں۔

میں جب 1897ء میں قادیان آیا تو جامع بیت اقصیٰ کی دیوار پر ایک تحریر قاضی ضیاء الدین صاحب سکنہ قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ کی دیکھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ اگر وطن میں میری والدہ جو بوڑھی اور ضعیف ہیں نہ ہوتیں تو میں حضرت مرزا صاحب کی معیت سے جدا نہ ہوتا۔ (رفقاء احمد جلد 6 صفحہ 9)

خدمت کی اہمیت

والدین کی خدمت بعض حالات میں اتنی اہمیت اختیار کر جاتی ہے کہ حقوق اللہ پر بھی مقدم ہو جاتی ہے۔ اور آنحضور ﷺ کے اپنے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے مخصوص حالات میں والدین کی خدمت اور اطاعت کو نماز، حج اور جہاد پر بھی اوّلیت عطا فرمائی ہے۔

عبادت سے زیادہ ضروری

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو یہ واقعہ سنایا کہ ایک عورت نے اپنے بچے جریج کو جو یہود کی عبادت گاہ صومعہ میں نماز پڑھ رہا تھا آواز دی۔ جریج پریشان ہوگیا اور بار بار کہنے لگا اللھم امی وصلاتی

اے اللہ ایک طرف میری ماں ہے دوسری طرف نماز۔ کیا کروں بہرحال اس نے نماز جاری رکھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اگر جریج عالم ہوتا تو جانتا کہ ماں کی بات کا جواب دینا عبادت سے زیادہ ضروری تھا۔

(بخاری کتاب التھجد باب اذا دعت الام ولدھا فی الصلوٰۃ وفتح الباری زیر حدیث ہذا جلد 3 صفحہ 78)

مقبول حج

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو نیک اولاد اپنے والدین کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتی ہے اس کی ہر نظر کے بدلے اس کے لئے مقبول حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

صحابہ نے کہا اگر وہ ایک دن میں سو مرتبہ ایسی نظر ڈالے تو فرمایا ہاں

اللہ سب سے بڑا اور پاک ہے (یعنی ایسا اجر دینا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں)

(مشکوۃ کتاب الادب باب البر و الصلۃ)

قرآن و سنت کی واضح تصریحات کی روشنی میں اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ

اگر اولاد حج کی نیت رکھتی ہو مگر والدین کی خدمت کی وجہ سے عملاً حج نہ کر سکتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو حج کا ثواب عطا فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت اویس قرنی کی والدہ جب تک زندہ رہیں ان کی تنہائی کے خیال سے حضرت اویس نے حج نہیں کیا اور ان کی وفات کے بعد حج کا فرض ادا کیا۔

(مستدرک حاکم کتاب معرفة الصحابه باب اویس القرنی)

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ جب تک زندہ رہیں ان کی خدمت کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی حج نہیں کیا۔ (مسلم کتاب الایمان باب ثواب العبد حدیث 2144)

ماں کے حق کی حفاظت

حضرت ابو حازم مدنی کے متعلق ایک شیخ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ سوئے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ کہ میں نے اس وقت پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے پیغام دے کر فرمایا ہے۔ کہ ماں کے حق کی حفاظت کرنا حج ادا کرنے سے بہتر ہے۔ لوٹ جا۔ اور اس کی دلجوئی کر چنانچہ میں وہاں سے لوٹا۔ اور حج کرنے کے لئے مکہ شریف نہ گیا۔ اس سے زیادہ میں نے کوئی بات آپ سے نہیں سنی۔

(بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب از داتا گنج بخش صفحہ 148 ترجمہ مولوی فیروز الدین۔ فیروز سنز لاہور)

استقبال

حضرت عثمان الحمیری رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق یہ ذکر آتا ہے کہ ایک شخص نے

فرغانہ سے حج کا ارادہ کیا۔ نیشاپور میں پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر آپ نے توجہ نہ کی۔ اس نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ عجب مسلمان ہے۔ کہ سلام کا جواب تک نہ دیا۔ آپ نے اس کے دل کے اس خطرے کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا حج اسی کا نام ہے۔ کہ ماں کو بیمار چھوڑ کر حج کرتے ہو۔ یہ کس حال میں جائز ہے۔ چنانچہ وہ وہیں سے واپس فرغانہ چلا گیا۔ جب تک اس کی ماں زندہ رہی خدمت کرتا رہا۔ والدہ کی وفات کے بعد جب وہ شخص آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے دوڑ کر اس کا استقبال کیا۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ 235 از فریدالدین عطار مترجم شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

خدمت کرو

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والوں نے بیان فرمایا کہ شیراز میں ایک بزرگ رہتے تھے جو شخص آپ کی خدمت میں جا کر حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کرتا تھا۔ آپ اس سے پوچھتے تھے کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہے یا مردہ۔ جو شخص یہ کہتا تھا کہ زندہ ہے آپ اسے حج پر جانے سے منع کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تمہارا حج اس کی خدمت کرنا ہے۔ واپس جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔

(اشارات فریدی۔ مقابیس المجالس ملفوظات خواجہ غلام فرید صاحب۔ ص 307 ترتیب رکن الدین ترجمہ کپتان واحد بخش سیال اسلام بک فاؤنڈیشن لاہور)

غور سے دیکھا

حضرت ابو محمد مرتعش فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک محض توکل پر حج کیے۔ لیکن جب غور سے دیکھا۔ تو وہ سب کے سب حج ہوائے نفس سے تھے۔ پوچھا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ تو فرمایا کہ میری والدہ نے فرمایا کہ پانی کا گھڑا لے آؤ۔ تو ان کا

یہ حکم مجھ پر نا گوار گذرا۔ جس سے مجھ کو معلوم ہو گیا۔ کہ میرے حج تمام کے تمام خواہش نفسانی کے ماتحت تھے۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ 248 از فرید الدین عطار مترجم شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

جہاد پر فضیلت

ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں آپ کے پاس ہجرت کی بیعت کرنے کے لئے آیا ہوں اور والدین کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ رو رہے تھے آپ نے فرمایا لوٹ جا اور ان کو جا کر ہنسا جیسا کہ انہیں رلایا ہے۔

(نسائی کتاب البیعۃ باب البیعہ علی الھجرۃ حدیث 4093)

حضرت معاویہ بن جاہمہؓ بیان کرتے ہیں کہ

ان کے والدہ جاہمہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ میں جہاد میں شرکت کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے رہنمائی لینے آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا کیا تیری ماں موجود ہے انہوں نے کہا ہاں فرمایا پھر اس کی خدمت میں لگ جا۔ کیونکہ جنت اس کے قدموں تلے ہے۔

(سنن نسائی کتاب الجہاد باب الرخصۃ التخلف لمن لہ والدۃ حدیث 3053)

والدین کی خدمت کا جہاد

ایک شخص نے حضور سے جہاد بالسیفؓ میں شامل ہونے کی اجازت مانگی۔ حضور نے پوچھا کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے کہا ہاں یارسول اللہ فرمایا پھر جا اور ان کی خدمت (کا جہاد) کر

(بخاری کتاب الجہاد باب الجہاد باذن الابوین حدیث نمبر 2782)

نئی زندگی

سید عبداللہ شاہ کے بیٹے سید حمید احمد صاحب اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں۔

یہ 38-1937 کا زمانہ تھا آپ ایک شپنگ کمپنی میں ملازم تھے ان کا بحری جہاز دنیا کے مختلف مما لک کے علاوہ حج کے لئے مسافروں کو سعودی عرب لے جایا کرتا تھا۔ اس ملازمت کے دوران آپ کو حج کرنا نصیب ہوا اور یوں بچپن میں دیکھی گئی خواب پوری ہوئی۔ جہاز چونکہ لمبے سفر پر رہتا تھا اس لئے والدہ اکثر پریشان رہتی تھیں۔ جنگ عظیم کا زمانہ بھی تھا۔ ایک بار جب والد صاحب چھٹی لے کر گھر آئے تو والدہ ڈیوٹی پر واپس بھیجنے کے لئے تیار نہ ہوئیں۔ حضرت خلیفہ ثانی والدہ کی پریشانی کو خوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ حکم ہوا عبداللہ تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ والدہ کا خیال رکھو۔ تمہاری ملازمت کا یہیں بندوبست ہو جائے گا چنانچہ والد صاحب نے فرمانبرداری کا ثبوت دیتے ہوئے سفر الاؤنس سمیت -/65 روپے ماہوار والی جہاز کی نوکری چھوڑ دی جبکہ اس وقت ایک افسر کی تنخواہ -/45 روپے ہوا کرتی تھی۔ ملازمت چھوڑنے کے بعد ایک بار وہی جہاز بمبئی سے آسٹریلیا کی طرف جا رہا تھا راستہ میں جاپانیوں نے بمباری کر کے تباہ کر دیا۔ جہاز عملہ و مسافروں سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔ اس واقعہ نے والد صاحب کی زندگی پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ والدہ اور امام وقت کی اطاعت سے گویا دوبارہ نئی زندگی مل گئی۔

(الفضل 10۔نومبر 2000ء)

والدین کی دعا

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

تین دعائیں ہیں جو لازماً قبول ہوتی ہیں۔

والد کی دعا٬ مظلوم کی دعا٬ مسافر کی دعا۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الدعاء بظھر الغیب حدیث نمبر 1313)

اسی لئے قرآن کریم نے والدین کو اولاد کے حق میں دعائیں سکھائی ہیں۔ اور بزرگوں کا یہی وطیرہ ہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 562 نظارت اشاعت ربوہ)

اولاد کے حق میں آپ کی دعاؤں نے تو عالمی شہرت حاصل کر لی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں قبول بھی کس شان سے فرمایا ہے۔

پس مبارک وہ اولاد جو والدین کی دعائیں حاصل کرے جن کے مقدر میں قبولیت لکھی گئی ہے۔

امام بخاری کی آنکھیں

امام بخاری کی والدہ بڑی عابدہ اور صاحب کرامات تھیں۔ خدا سے دعا کرنا۔ گریہ وزاری کرنا ان کا حصہ خاص تھا۔ امام بخاری کی آنکھیں صغرسنی میں خراب ہو گئی تھیں۔ بصارت جاتی رہی۔ علاج سے عاجز آ گئے۔ امام بخاری کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ ”تمہارے رونے اور دعا کرنے سے تمہارے بیٹے کی آنکھیں خدا نے درست کر دیں“ وہ کہتی ہیں کہ ”جس شب کو میں نے خواب دیکھا۔ اسی کو صبح کو میرے بیٹے کی آنکھیں درست ہو گئیں۔ روشنی پلٹ آئی۔ اور وہ بینا ہو گئے۔“

(سیرۃ البخاری صفحہ 42 محمد عبدالسلام مبارکپوری اسرار کریمی پریس الہ آباد طبع اوّل 1329ھ)

ہزاروں کے برابر

ماں کی مقبول دعا کی ایک بہت بڑی مثال حضرت سیدہ ام طاہر کی دعا ہے۔ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بلند مقام میں یقیناً ان کی والدہ کی بے قرار دعاؤں کا بہت بڑا دخل ہے۔

حضرت سیدہ ام طاہر نے ایک بزرگ کو تحریر فرمایا میرا تو ایک ہی بیٹا ہے دعا کریں کہ وہ ہزاروں کے برابر ایک ہو۔

(سیرت ام طاہر ص 162 تابعین رفقائے احمد جلد سوم۔ ملک صلاح الدین صاحب احمدیہ بک ڈپو ربوہ طبع اول 1963ء)

اور اللہ نے انہیں ہزاروں کا نہیں لاکھوں کروڑوں کا امام بنا دیا۔

دعا کا نتیجہ

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ صاحب کے متعلق ان کے خادم نصیب اللہ قمر صاحب بیان کرتے ہیں۔

آپ اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کے متعلق آپ نے ”میری والدہ“ کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری سب خواہشیں پوری کی ہیں۔ بس اب ایک خواہش اور ہے اور یہ کہ میں اپنی والدہ کے پاس پہنچ جاؤں اور ان کی خدمت کروں۔ آپ نے اپنی والدہ کی ایک بڑے سائز کی تصویر اپنے سامنے لگائی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ میں آپ کو بازو سے تھام کر اندر سے باہر کے بڑے کمرے میں لا رہا تھا۔ سامنے تصویر تھی .... فرمایا کہ یہ میری پیاری والدہ ہیں۔ میں تو کچھ چیز نہ تھا۔ جو کچھ بھی مجھے مرتبہ ملا ہے محض خدا کے فضل سے اور حضور کی شفقت اور میری والدہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔“ (خالد دسمبر 1985ء صفحہ 145)

باب ہشتم

خدمت والدین کی برکات

☆

ماں باپ کی اطاعت کرنے والے کے لئے جنت کے دو دروازے کھولے جاتے ہیں

☆

اللہ کی رضا والد کی رضا میں اور خدا کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے

جو لمبی عمر اور رزق میں فراوانی چاہتا ہو ماں باپ سے حسن سلوک کرے

حصول جنت

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ والدین کا اولاد پر کیا حق ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔

وہی تیری جنت اور وہی تیری جہنم ہیں۔

(ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالدین حدیث 3652)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے ماں اور باپ دونوں کی اطاعت کرتے ہوئے دن کا آغاز کیا اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر ایک کی اطاعت کی ہو تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور جس نے ماں باپ دونوں کی نافرمانی کرتے ہوئے صبح کی اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھل چکے ہوتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کی ہو تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔

کسی نے پوچھا اگر ماں باپ ظالم ہوں تو کیا پھر بھی ایسا ہوگا فرمایا۔

اگر چہ وہ ظالم ہوں اگر چہ وہ ظالم ہوں اگر چہ وہ ظالم ہوں۔

(مشکوٰۃ کتاب الادب باب البر و الصلة)

رضائے الٰہی

حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی رضا والد کی رضا میں مضمر ہے اور خدا کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں پوشیدہ ہے۔

(ترمذی ابواب البر و الصلة باب الفضل فی رضا الوالدین حدیث 1821)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں۔

''بڑے ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو میں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔ افلاطون نے غلطی کھائی ہے۔ وہ کہتا ہے ''ہماری روح جو اوپر اور منزہ تھی ہمارے باپ اسے نیچے گرا کر لے آئے۔''

وہ جھوٹ بولتا ہے۔ وہ کیا سمجھتا ہے کہ روح کیا ہے۔ نبیوں نے بتلایا ہے کہ یہاں ہی باپ نطفہ تیار کرتا ہے پھر ماں اس نطفہ کو لیتی ہے اور بڑی مصیبتوں سے اسے پالتی ہے۔ نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے۔ بڑی مشقت سے حملته امه کرها و وضعته کرها (احقاف:16) اسے مشقت سے اٹھائے رکھتی ہے اور مشقت سے جنتی ہے۔ اس کے بعد وہ دو سال یا کم از کم پونے دو سال اسے بڑی تکلیف سے رکھتی ہے اور اسے پالتی ہے۔ رات کو اگر وہ پیشاب کر دے تو بستر کی گیلی طرف اپنے نیچے کر دیتی ہے اور خشک طرف بچے کو کر دیتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ (یہ بھی میں نے اپنے ملک کی زبان کے مطابق کہہ دیا ہے ورنہ باپ کا حق اول ہے اس لئے باپ ماں کہنا چاہئے) سے بہت ہی نیک سلوک کرے۔ تم میں سے جس کے ماں باپ زندہ ہیں وہ ان کی خدمت کرے اور جس کا ایک یا دونوں وفات پا گئے ہیں وہ ان کے لئے دعا کرے' صدقہ دے اور خیرات کرے۔

ہماری جماعت کے بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ہیں کہ مردہ کو کوئی ثواب وغیرہ نہیں پہنچتا۔ وہ جھوٹے ہیں ان کو غلطی لگی ہے۔ میرے نزدیک دعا' استغفار' صدقہ وخیرات بلکہ حج' زکوٰۃ' روزے یہ سب کچھ پہنچتا ہے۔ میرا یہی عقیدہ ہے اور بڑا مضبوط عقیدہ ہے۔

ایک صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ میری ماں کی جان اچانک نکل گئی اگر وہ بولتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ اب اگر میں صدقہ کروں تو کیا اسے

ثواب ملے گا۔تو نبی کریم ﷺ نے فرمایاہاں۔تو اس نے ایک باغ جو اس کے پاس تھا صدقہ کر دیا۔ (حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 183)

عمر اور رزق میں برکت کا گُر

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔جس شخص کی خواہش ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور رزق میں فراوانی ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔

(مسند احمد جلد 3 صفحہ 266 حدیث 12922)

مشکلات سے نجات

حضور ﷺ نے صحابہ کو یہ واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ تین آدمی سفر کے لئے نکلے اور رات انہیں ایک غار میں بسر کرنی پڑی۔اس عرصہ میں پہاڑ سے ایک چٹان لڑھک کر غار کے منہ پر آ گئی اور وہ اندر بند ہو گئے۔

انہوں نے آپس میں سوچا کہ اس مصیبت سے اب صرف دعا کے ذریعہ ہی نجات مل سکتی ہے۔آؤ اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کریں۔

ان میں سے ایک آدمی نے کہا

اے اللہ میرے ماں باپ ضعیف العمر تھے۔اور میں اپنے اہل وعیال اور مال مویشی کو ان سے پہلے کچھ کھلانا پلانا حرام سمجھتا تھا ایک دن باہر سے چارہ لانے میں مجھے دیر ہو گئی اور شام کو جلدی والدین کے سونے سے پہلے نہ آ سکا۔جب میں نے ان کے لئے دودھ دوہا اور ان کے پاس لایا تو ان کو سویا ہوا پایا۔تب میرے دل نے ان کو جگانا پسند نہ کیا اور نہ میں نے یہ چاہا کہ ان کو کھلانے پلانے سے پہلے اپنے اہل وعیال اور مال

مویشی کو کھلاؤں پلاؤں۔ میں دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں پکڑے اس انتظار میں کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں تو ان کو دودھ پلاؤں۔ اسی انتظار میں فجر ہوگئی اور بچے بھوک کی وجہ سے میرے قدموں میں بلبلاتے رہے۔ صبح کے وقت جب وہ بیدار ہوئے تو رات کا دودھ انہوں نے پیا۔ اگر اے خدا میں نے تیری رضا کی خاطر یہ کام کیا تھا تو اس مصیبت کو ٹال دے۔ چنانچہ اس دعا کی برکت سے وہ پتھر تھوڑا سا سرک گیا۔ اسی طرح باقی دو نے بھی اپنی ایک ایک نیکی بیان کی اور وہ پتھر راستے سے ہٹ گیا۔

(بخاری کتاب الاجارہ باب من استاجر اجیرا فترک الاجیر احدیث 2111)

باب نہم

وفات کے بعد خدمت والدین

وفات یافتہ والدین کیلئے دعائیں کرو' ان کے وعدے
پورے کرو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو

وفات کے بعد والدین کی خدمت اور والدین کے
دوستوں سے حسن سلوک ایک اہم نیکی ہے

ایک صحابیؓ نے حضور کے ارشاد پر اپنا باغ ماں کی
طرف سے صدقہ کر دیا

والدین کی خدمت اور شکر گزاری ایک ایسا دائمی سلسلہ ہے جو ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس کا طریق بھی سکھایا ہے۔

حضرت ابو اسید الساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یارسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے لئے کرسکوں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں۔ تم ان کے لئے دعائیں کرو ان کے لئے بخشش طلب کرو انہوں نے جو وعدے کسی سے کر رکھے تھے انہیں پورا کرو۔ ان کے عزیز و اقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آؤ۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی برالوالدین حدیث 4476)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پس والدین کے حق میں جو دعائیں ہیں ان کے علاوہ یہ عملی تعلیم بھی ہے جس پر عمل بڑا ضروری ہے۔ والدین جو نیکی کیا کرتے تھے اور بیچ میں عمر کٹ گئی یعنی عمر منقطع ہوگئی اس نیکی کو اگر جاری رکھا جاسکتا ہو تو وہ نیکی ایسی ہے جو والدین کے درجات کو بلند کرنے کا موجب بنے گی۔

اس ضمن میں چندہ جات ہیں۔ بہت سے والدین باقاعدگی کے ساتھ چندہ دیتے ہیں اور وعدے کردیتے ہیں بڑے چندوں کے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ پورا کرسکیں ان کو موت آجاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں بچوں کا فرض ہے کہ اگر وہ حقیقت میں ماں باپ سے محبت کرتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو خواہ باپ فوت ہوجائے اس خواہش کے ساتھ کہ میں یہ چندہ دوں گا یا ماں فوت ہوجائے

دونوں کے لئے بچوں کواس نیکی کو جاری رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یہ نیکی پائی جاتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد کثرت سے ان کے چندوں کو پورا کیا جاتا ہے۔ بچے چین نہیں لیتے جب تک ان کی اس نیک خواہش کو پورا نہ کرلیں خواہ کتنا ہی بوجھ اٹھانا پڑے۔تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یہ نیکی بہت عام ہے۔

دوسرے اس میں فرمایا گیا ہے اس رشتہ داری کو ملانا جو اس کے ساتھ ہی ملائی جا سکتی ہے۔یعنی ماں باپ کے وقت میں تو ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو دیکھ کر تم لوگ بھی ان رشتہ داروں سے حسن سلوک کر دیتے ہو۔ وہ گھر میں آتے ہیں ہنس کر بات کرتے ہو عزت سے سوال کرتے ہو لیکن کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ماں باپ کے گزرنے کے بعد پھر ان کو بھول جاتے ہیں۔تو ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔اور ایسے جلسہ کے موقعہ پر بھی مہمان آتے ہیں جو کسی زمانے میں ماں باپ کو بہت پیارے تھے اور عزیز تھے۔ان کی رشتہ داری تھی یا نہیں تھی مگر ان سے بہت حسن سلوک کیا کرتے تھے تو ان کے مرنے کے بعد جو نیکیاں ان کو پہنچائی جا سکتی ہیں ان میں ان کے لئے عزت کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ بنانی اور ان کے لئے ہر قسم کی آسائش کے سامان مہیا کرنے یہ بھی ایک بہت اہم نیکی ہے۔ساتھ ہی فرمایا ان کے دوستوں کی بھی عزت کرنی چاہئے۔صرف رشتہ داروں کے لئے نہیں بلکہ دوستوں کے لئے۔

(الفضل 2 مئی 2000ء)

ایک صحابی حضورؐ کے پاس آئے اور کہا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے مگر اس پر ایک ماہ کے روزوں کی قضا ہے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں فرمایا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا اس نے حج نہیں کیا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں فرمایا ہاں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب الرجل یھب الھبۃ حدیث 2492)

حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ فوت ہوئیں تو وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو انہیں کوئی فائدہ پہنچے گا فرمایا ہاں تو انہوں نے اپنا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

(بخاری کتاب الوصایا باب اذا قال ارضی اوبستانی صدقۃ للہ حدیث 2551)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں۔

میری والدہ کی وفات کی تار جب مجھے ملی تو اس وقت میں بخاری پڑھ رہا تھا۔ وہ بخاری بڑی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ میں نے اس وقت کہا اے اللہ میرا باغ تو یہی ہے تو پھر میں نے وہ بخاری وقف کر دی۔ فیروز پور میں فرزند علی کے پاس ہے۔

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 184)

فوت شدگان کو ثواب پہنچانے والی احادیث کی وضاحت کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک ارشاد درج کیا جاتا ہے۔

اس سوال پر کہ کسی فوت شدہ عزیز کو ثواب کس طرح پہنچایا جائے؟

حضور نے جواب دیا۔

آنحضرت ﷺ کی سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر کوئی اپنی زندگی میں نیکیاں کرتا ہو ان کو اس کی موت کے بعد بھی جاری رکھنا جائز ہے اگر زندگی میں قرآن نہیں پڑھتا مرنے کے بعد اسے قرآن بخشوایا جائے تو یہ لغو بات ہے۔ ایک شخص نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں صدقہ و خیرات بہت کیا کرتی تھی اور اس کی خواہش تھی کچھ دینے کے لیکن وہ اس سے پہلے فوت ہو گئی تو میرے لئے کیا حکم ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس کی طرف سے صدقہ دو۔ اس کا ثواب خدا تعالیٰ اس کو دے گا۔ یعنی وہ نیکی کی نیت کرنے والی تھیں۔

لیکن موت حائل ہو گئی۔ اب اس کو جاری رکھنا منع نہیں۔ اس لئے جماعت میں اپنے بزرگوں کی طرف سے چندے دینا جائز سمجھا جاتا ہے اور اس کو کثرت سے رواج دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم بھی اپنے ماں باپ کی طرف سے چندے دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ دیتے تھے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ نادہند کا چندہ میں دینا شروع کر دوں اس کا اسے ثواب ملے گا تو یہ لغو بات ہے۔ ایک آدمی خود تو ساری عمر چندہ نہ دیتا ہو۔ اور اس کا بچہ مخلص بن جائے اور کہے میں اپنے باپ کے چندے پورے کروں گا تو وہ اسی بچہ کے نام لگیں گے اس کے نادہند بزرگ کے نام نہیں لگیں گے تو جواز اس بات کا ہے کہ کسی سے جو نیکی ثابت ہو خصوصاً جو منفعت بخش نیکی ہو اس کو آگے جاری رکھنا جائز ہے اور اس کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔ (مجالس عرفان 138 شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

والدین کے دوستوں سے حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔

(مسلم کتاب البر و الصلة و الادب باب فضل صلة اصدقاء الاب والام و نحوها حدیث 4631)

حضرت عبداللہ بن عمر ایک سفر میں تھے کہ راستہ میں ایک اعرابی ملا۔ حضرت عبداللہ نے اسے سلام کیا۔ اور جس گدھے پر سفر کر رہے تھے اس سے اتر پڑے اور اس بدو کو اس پر سوار کر دیا۔ اور اپنے سر پر باندھا ہوا عمامہ بھی اس کو دے دیا۔

کسی نے کہا یہ اعرابی تو تھوڑی چیزوں پر بھی راضی ہو جاتے ہیں آپ نے بہت زیادہ دے دیا۔

انہوں نے فرمایا اس کا والد میرے والد عمر کا دوست تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے باپ کے دوست کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرنا بڑی اعلیٰ نیکی ہے۔

(مسلم کتاب البر و الصلة باب فضل صلة. اصدقاء الاب حدیث 4629)

صحابی رسول ﷺ حضرت ابوالدرداء مرض الموت میں مبتلا تھے۔ کہ عبداللہ بن سلام کے بیٹے یوسف ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ تو انہوں نے عرض کی میرے والد سے آپ کے جو دوستانہ تعلقات تھے ان کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 450 المکتب الاسلامی بیروت حدیث نمبر 26266)

نیک اور بزرگ والدین کے وفات کے بعد ان کے ساتھ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ ان کی نیکیوں کو قائم رکھا جائے اور ان کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

اس ضمن میں سیدنا حضرت مصلح موعود کا نمونہ لائق صد آفریں ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''آپ کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔ انسان انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اب فوت ہو گیا۔ اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب...... اس طرح بعض لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت 19 سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ۔ اے خدا! میں تجھ کو حاضر ناظر جان کو تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔'' (روزنامہ الفضل 21۔ جون 1944ء)

پھر آپ نے جس شان اور عظمت کے ساتھ یہ عہد نبھایا ہے دنیا اس پر گواہ ہے۔

باب دہم

اطاعت کے دائرے

☆

اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مقابل پر
والدین کی اطاعت جائز نہیں

☆

حضرت سعدؓ نے والدہ کے حکم پر اسلام کا دامن
چھوڑنے سے انکار کردیا

**حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے مشرک والد کو رسول
اللہؐ کے بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دی**

مشروط اطاعت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَ إِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (العنکبوت:9)

اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور (کہا کہ) اگر وہ تجھ سے جھگڑیں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے، جس کا تجھے کوئی علم نہیں، تو پھر ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ میری ہی طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے پس میں تمہیں ان باتوں سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے تھے۔

پھر فرماتا ہے۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَّ اتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (لقمان:16)

اور اگر وہ دونوں (بھی) تجھ سے جھگڑا کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ اور ان دونوں کے ساتھ دنیا میں دستور کے مطابق رفاقت جاری رکھ اور اس کے رستے کی اِتباع کر جو میری طرف جھکا۔ پھر میری طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے پھر میں تمہیں اس سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے رہے ہو۔

اس آیت کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

ماں باپ جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی خدا نے سخت تاکید فرمائی ہے۔ خدا

کے مقابلہ میں اگر وہ کچھ کہیں تو ہرگز نہ مانو۔ فرمانبرداری کا پتہ مقابلہ کے وقت لگتا ہے۔ کہ آیا فرماں بردار اللہ کا ہے یا کہ مخلوق کا۔ ماں باپ کی فرماں برداری کا خدا نے اعلیٰ مقام رکھا ہے اور بڑے بڑے تاکیدی الفاظ میں یہ حکم دیا ہے۔ ان کے کفر و اسلام اور فسق و فجور یا دشمن اسلام وغیرہ ہونے کی کوئی قید نہیں لگائی اور ہر حالت میں ان کی فرمانبرداری کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ مگر مقابلہ کے وقت ان کے متعلق بھی فرما دیا کہ (۔) اگر خدا کے مقابلہ میں آ جاویں تو خدا کو مقدم کرو۔ ان کو ہرگز نہ مانو۔...........

غرض نفس ہو یا دوست ہوں۔ رسم ہو یا رواج ہوں۔ قوم ہو یا ملک ہو۔ ماں باپ ہوں یا حاکم ہوں۔ جب وہ خدا کے مقابلہ میں آ جاویں یعنی خدا ایک طرف بلاتا ہے اور یہ سب ایک طرف تو خدا کو مقدم رکھو۔ (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 231)

حضرت مصلح موعود کا ارشاد ہے۔

فرماتا ہے۔ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق بڑی تاکید کی ہے کہ ان سے نیک سلوک کیا جائے۔ ہاں اگر وہ تم سے اس بات کے لئے جھگڑیں کہ تم کسی کو میرا شریک قرار دے دو۔ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں تو پھر ان کی بات نہ مانو۔ یعنی مومن کو جب اس کے ماں باپ سے اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ مومن خدا تعالیٰ سے جو ماں باپ سے بھی زیادہ محسن ہے اچھا معاملہ نہ کرے۔ اور جب ماں باپ خدا تعالیٰ کے خلاف کوئی بات کہیں تو ان کی بات کو رد نہ کرے۔ بہرحال اس استثناء کے سوا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 592 نظارت اشاعت ربوہ)

حیرت انگیز نمونے

اس آیت کی تعمیل میں صحابہ رسول ﷺ اور بزرگوں نے عظیم الشان اور حیرت انگیز نمونے دکھائے ہیں۔

اگر سو جانیں ہوں

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی والدہ کے بے حد فرمانبردار اور خدمت گزار تھے۔ انیس سال کا سن تھا کہ آپ کو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ماں کو علم ہوا تو اسے سخت رنج ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک سعد نئے دین کو نہ چھوڑیں گے میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی اور نہ ان سے بات چیت کروں گی چنانچہ اس قسم کو پورا کیا حتیٰ کہ تیسرے دن بے ہوش ہوگئی اور نقاہت کی وجہ سے اسے غش پر غش آنے لگے۔ اسے اپنے سعادت مند فرزند سے یہ امید تھی کہ اسے مسلسل فاقہ اور تکلیف کی حالت میں دیکھ کر اس کا کہا ضرور مان لے گا اور دین حق سے برگشتہ ہو جائے گا اور ایمان کو اس کی خوشنودی پر قربان کر دے گا لیکن ایمان کا نشہ وہ نہ تھا جو ایسی ترشیوں سے اتر جاتا گو ان پر سخت ابتلاء تھا۔ ایک طرف ماں کی جان کا خیال تھا اور دوسری طرف ایمان کے ضائع ہونے کا۔ ان حالات میں دنیا دار لوگ اپنی ماں کو کسی عقیدہ پر قربان کرنے کے لئے بہت کم تیار ہو سکتے ہیں۔ لیکن حضرت سعد ایمان کو ماں کی جان سے بہت زیادہ قیمتی سمجھتے تھے چنانچہ ماں کی اس دھمکی کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور اسے صاف کہہ دیا کہ اگر تمہارے قالب میں سو جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے ہر ایک جان نکل جائے تو بھی میں اپنے دین کو نہ چھوڑوں گا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 292 ابن اثیر جزری۔ مکتبہ اسلامیہ طہران)

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا

رسول اللہ ﷺ کو اپنے والدین پر ترجیح دینے کے سلسلہ میں حضرت زیدؓ کا اسوہ ایک روشن مثال ہے۔

حضرت زید بن حارثہؓ گو ایک اچھے خاندان کے نونہال تھے۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے بچپن میں ہی ان کی متاع آزادی کو چھین لیا اور عکاظ کے بازار میں فروخت کے لئے لے آئے جہاں حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے حضور پیش کر دیا اور اس طرح آپ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔

ایک دفعہ ان کے قبیلہ کے بعض لوگ بہ نیت حج مکہ میں آئے تو انہیں پہچان لیا اور جا کر ان کے والد کو خبر دی جس پر اس کا خوش ہونا ایک طبعی بات تھی۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کو ساتھ لے کر مکہ میں پہنچا اور آنحضرت ﷺ سے بصد منت والحاح عرض کیا کہ میرے لڑکے کو آزاد کر دیں اور جو فدیہ چاہیں لے لیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فدیہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ زید کو بلا کر پوچھ لیا جائے اگر وہ جانا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ حضرت زیدؓ کو بلایا گیا اور آنحضرت ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ میرے والد اور چچا ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کے ساتھ جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ بچپن میں والدین عزیز و اقارب اور وطن عزیز سے دور ہو جانے والے کو اتنے لمبے عرصہ کی مایوسی کے بعد پھر جب ان سے ملنے کا موقعہ ملے اور

پھر اپنے محبوب وطن میں جا کر ماں باپ' بہن بھائیوں دوسرے رشتہ داروں دوست احباب اور بچپن کے ہم جولیوں سے آزادانہ طور پر ملنے جلنے میں کوئی رکاوٹ بھی حائل نہ ہو تو اس کے جذبات ایسے وقت میں کیا ہو سکتے ہیں۔ سامنے باپ اور چچا کھڑے تھے اور اس یقین کے ساتھ ان کے دل بھرے ہوئے تھے کہ ہمارا لخت جگر اب ہمارے ساتھ جائے گا۔ جدائی کی دلگداز گھڑیاں اب ختم ہونے کو ہیں اور پھر اس کا کوئی دوبارہ امکان بھی نہ ہوگا کہ وہ تاعمر ہمارے پاس رہے گا۔ وہ یہ وہم بھی نہ کر سکتے تھے کہ جب زیدؓ کو آنحضور ﷺ جانے کا اختیار دے رہے ہیں تو انہیں اس میں کوئی تامل ہو سکتا ہے؟ مگر حضرت زیدؓ نے جواب دیا کہ میں حضورؐ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپؐ ہی میرے ماں باپ ہیں۔ آپؐ کے در کو چھوڑ کر میں کہیں جانا پسند نہیں کرتا اس جواب کو سن کر ان کے والد اور چچا محو حیرت ہو گئے اور انہوں نے کہا زیدؓ کیا تم ہم پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ ہاں مجھے اس ذات پاکؐ میں ایسی خوبیاں نظر آئی ہیں کہ اس پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 40 تا 42 بیروت۔ 1957ء)

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر
عشق ہے جو سر جھکا دے زیر تیغ آبدار

مجھے رسول اللہؐ کے حوالے کر دو

ایک دن آنحضرت ﷺ نے ایک انصاری سے فرمایا تم اپنی لڑکی کے نکاح کا اختیار مجھے دے دو۔ وہ منتظر ہی تھے باغ باغ ہو گئے۔ لیکن آپؐ نے فرمایا میں اپنے لئے نہیں بلکہ جلیبیب کے لئے پیغام دیتا ہوں جلیبیب ایک ظریف الطبع صحابیؓ تھے۔ انہوں نے جلیبیب کا نام سنا تو بولے اس کی ماں سے مشورہ کر لو۔ ماں نے

جلیبیب کا نام سنا تو انکار کر دیا۔ لیکن لڑکی نے کہا "رسول اللہ ﷺ کی بات نا منظور نہیں کی جا سکتی مجھے آنحضورؐ کے حوالے کر دو۔ آپؐ مجھے کبھی ضائع نہیں کریں گے۔"

(مسند احمد جلد 4 صفحہ 422 المکتب الاسلامی۔ بیروت حدیث 18948)

دوسری روایت میں ہے۔

حضرت جلیبیب اچھی شکل وصورت کے مالک نہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے انصار کے ایک معزز گھرانے کی لڑکی کے ساتھ ان کا رشتہ تجویز کیا۔ مگر لڑکی کے ماں باپ کو اس پر اعتراض تھا۔ لڑکی کو اس کا علم ہوا تو قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی۔

(احزاب۔ 37)

یعنی کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو اپنے معاملہ میں ان کو فیصلہ کا اختیار باقی رہے۔

پھر کہا اس صریح حکم خداوندی کے ہوتے ہوئے میں حیران ہوں۔ کہ آپ اس تجویز کے کیوں مخالف ہیں۔ میں اس رشتہ پر رضا مند ہوں۔ جو مرضی رسول کریم ﷺ کی ہے۔ وہ ہی میری ہے۔ رسول کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ بہت مسرور ہوئے۔ اور اس لڑکی کی دینی و دنیاوی فلاح کے لئے دعا کی۔

(الاستیعاب برحاشیہ اصابہ جلد اوّل صفحہ 259 از ابن عبد البر۔ مطبع مصطفیٰ محمد مصر۔ 1939ء)

یہ بے غرض اور سچی اطاعت بے ثمر نہیں رہتی۔ آخرت کا اجر تو ان دیکھا ہے یہ محبت تو اسی دنیا میں رنگ لاتی ہے ایسی عظمتیں عطا کرتی ہے کہ نسلیں فخر کرتی ہیں۔

بسر وچشم منظور ہے

ایک صحابی حضرت سعد الاسود سیاہ رنگ کے تھے۔ ان کی شکل وشباہت ان کی شادی میں روک تھی۔ اور ان کی ظاہری بدصورتی کی وجہ سے کوئی شخص ان کے ساتھ اپنی

لڑکی کے رشتہ پر رضامند نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہؐ کوئی شخص مجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کیونکہ میری ظاہری شکل وصورت اور رنگ اچھا نہیں عمروؓ بن وہب قبیلہ بنو ثقیف کے ایک نومسلم تھے۔ جن کی طبیعت میں درشتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد سے فرمایا کہ ان کے دروازے پر جا کر دستک دو اور بعد سلام کہو کہ نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری لڑکی کا رشتہ میرے ساتھ تجویز کیا ہے۔ عمروؓ بن وہب کی لڑکی شکل وصورت کے علاوہ دماغی اور ذہنی لحاظ سے بھی نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔ حضرت سعدؓ ان کے مکان پر پہنچے اور جس طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اسی طرح کہا۔ عمروؓ بن وہب نے یہ بات سنی۔ تو آپ کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ اور اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن بات اسی پر ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ آگے جو کچھ ہوا وہ اس قدر ایمان پرور ہے کہ تمام مذاہب وملل کی تاریخ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کرسکتی خود اندر لڑکی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی اس کے باپ نے حضرت سعدؓ کو جو جواب دیا اسے سن کر وہ واپس ہو گئے۔ اور اس کے سوا اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے لیکن لڑکی خود باہر نکل آئی حضرت سعدؓ کو آواز دے کر واپس بلایا اور کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ آپ کی شادی کی تجویز کی ہے تو پھر اس میں چون وچرا کی کیا گنجائش باقی رہ سکتی ہے؟ یہ تجویز مجھے بسر وچشم منظور ہے اور میں اس چیز پر بخوشی رضامند ہوں۔ جو خدا اور اس کے رسولؐ کو پسند ہے اور ایمانی جرأت سے کام لے کر باپ سے کہا کہ آپ نے آنحضورؐ کی تجویز سے اختلاف کر کے بہت غلطی کی ہے۔ اور بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور قبل اس کے کہ وحی الٰہی آپ کو رسوا کر دے۔ اپنی نجات کی فکر کیجئے۔ لڑکی کی اس ایمان افروز تقریر کا اس کے باپ پر بھی خاطر خواہ اثر ہوا۔ ان کو اپنی غلطی کا

پوری طرح احساس ہو گیا اور فوراً بھاگے ہوئے دربار نبویؐ میں پہنچے اور عرض کی یا رسول اللہؐ مجھ سے بہت بڑی خطا سرزد ہوئی۔ مجھے سعد کی بات کا یقین نہ تھا۔ اور میں نے خیال کیا کہ وہ یونہی یہ بات کہہ رہے ہیں۔ اس لئے انکار کیا۔ مگر اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے۔ اور صدق دل سے معافی کا خواستگار ہوں۔ میں نے اپنی لڑکی سعد سے بیاہ دی۔ (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 268 از ابن اثیر جزری مکتبہ اسلامیہ طہران)

قرعہ ڈالا گیا

حضرت سعد بن خیثمہؓ جنگ بدر کے وقت کم عمر تھے۔ تاہم شرکت کے لئے تیار ہو گئے چونکہ آپ کے والد بھی میدان جنگ میں جا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک کو ضرور گھر پر رہنا چاہئے اور بیٹے کو گھر رہنے کے لئے کہا۔ بیٹے نے جواب دیا کہ اگر حصول جنت کے علاوہ کوئی اور موقعہ ہوتا تو بسر و چشم آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتا۔ اور اپنے آپ پر آپ کو ترجیح دیتا لیکن اس معاملہ میں ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ آخر فیصلہ اس بات پر ٹھہرا کہ قرعہ ڈال لیا جائے چنانچہ قرعہ میں بیٹے کا نام نکلا اور وہ شریک ہوئے اور شہادت پائی۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 275 از ابن اثیر جزری مکتبہ اسلامیہ طہران)

قدم شہادت گہ محبت میں ہم نے رکھا ہے مسکرا کر
ہمارے سینے کھلے ہوئے ہیں کہاں ہیں تیر آزمانے والے

یہ حضورؐ کا بستر ہے

اہل مکہ نے جب حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دینے کا اعلان کیا تو اس کے نتائج سوچ کر پریشان ہو گئے سردار قریش ابوسفیان بن حرب مدینہ آئے اور حضورؐ کے پاس پہنچے آپؐ

مکہ پر چڑھائی کا ارادہ فرما رہے تھے ابوسفیان نے آپؐ سے اس بارے میں گفتگو کی کہ صلح حدیبیہ کی میعاد میں اضافہ فرمادیں حضورؐ نے قبول نہ فرمایا وہ وہاں سے اٹھے اور اپنی بیٹی اور حرم رسول ام حبیبہؓ کے پاس گئے جب وہاں پہنچے اور حضورؐ کے بستر مبارک پر بیٹھنا چاہا تو حضرت ام حبیبہؓ نے اس بستر کو لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا اے میری بیٹی کیا تو اس بستر کو مجھ پر ترجیح دیتی ہے؟ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا میں بستر کو تم پر ترجیح دیتی ہوں اس لئے کہ یہ حضورؐ کا بستر ہے اور تم مشرک آدمی ہو۔ میں اچھا نہیں سمجھتی کہ تم حضورؐ کے بستر پر بیٹھو۔ (طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 100 بیروت 1958ء)

غیرت ایمانی

غیرت رسول تو انسان سے وہ وہ کام کراتی ہے کہ عام حالات میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

غزوہ بنوالمصطلق کے موقع پر جب رسول کریم ﷺ جنگ سے واپس تشریف لارہے تھے تو ایک جگہ پر ایک ہی کنواں تھا اور پانی نکالنے والے زیادہ تھے جلدی کی وجہ سے بعض لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور بغیر کسی ارادے کے دو پارٹیاں بن گئیں ایک طرف مہاجرین کا گروہ نظر آنے لگا اور ایک طرف انصار کا۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول نے جب یہ حالت دیکھی تو اس سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور انصار کو مخاطب کر کے بڑے زور سے کہا تم نے خود ہی ان لوگوں کو سر پر چڑھا لیا ہے ورنہ ان کی حیثیت کیا تھی کہ ہمیں ذلیل کرتے اب ذرا مدینے واپس پہنچ لینے دو مدینے کا سب سے بڑا معزز آدمی یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول مدینہ کے سب سے ذلیل آدمی یعنی نعوذ باللہ من ذلک محمد رسول اللہ ﷺ کو وہاں سے نکال دے گا۔ (المنافقون۔9) صحابہؓ میں گو اس وقت اختلاف اور جوش پیدا ہو گیا تھا مگر عبداللہ بن

ابی بن سلول کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ ان کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ انصار نے فوراً سمجھ لیا کہ ہمارے ایمان کی آزمائش کا وقت ہے انہوں نے جھگڑا وہیں ختم کر دیا اور مہاجرین کے لئے جگہ چھوڑ دی۔ مہاجرین نے تو اس وجہ سے جوش نہ دکھایا کہ خود ان کے ساتھ جھگڑا تھا مگر انصار میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ اس فقرہ کے کہنے کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول زندہ رہنے کے قابل نہیں عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے بھی اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ میرا باپ اب زندہ رہنے کے قابل نہیں اور وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو وہ بات پہنچی ہے جو میرے باپ نے کہی ہے آپؐ نے فرمایا ہاں پہنچی ہے اس کے بعد اس نے کہا یا رسول اللہ میرے باپ کے اس جرم کی سزا قتل کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے مگر میں ایک عرض کرتا ہوں کہ جب آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دیں تو میرے ہاتھ سے اسے قتل کروائیں کیونکہ یا رسول اللہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی اور شخص کے ہاتھ سے وہ قتل ہو اور میرا نفس کسی وقت مجھے یہ جوش دلائے کہ وہ سامنے میرے باپ کا قاتل جاتا ہے اس سے بدلہ لے میں چاہتا ہوں کہ میرا باپ میرے ہی ہاتھ سے قتل ہو جائے تاکہ کسی کا بغض میرے دل میں پیدا نہ ہو۔

مگر رسول اللہ ﷺ نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے منع فرما دیا۔

(سیرت ابن کثیر جلد 2 صفحہ 215 تا 217 حالات غزوہ بنو مصطلق مترجم۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کا والد اپنے بیٹے حضرت ابو عبیدہ کی گھات میں لگا رہا مگر ہر دفعہ حضرت ابو عبیدہؓ ہٹ جاتے اور محفوظ رہتے لیکن جب ان کا والد بار بار ان کے سامنے آیا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اسے قتل کر دیا۔

(مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ باب حلیۃ ابی عبیدہ)

مندرجہ ذیل حکم قرآنی کی اطاعت کا کیسا شاندار نظارہ ہے کہ تو کوئی ایسے لوگ نہیں پائے گا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے ایسے لوگوں سے درستی کریں جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرتے ہوں خواہ ان کے باپ دادا ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے ہم قبیلہ لوگ ہوں۔ یہی وہ (باغیرت) لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ نے ایمان لکھ رکھا ہے اور ان کی وہ اپنے امر سے تائید کرتا ہے اور وہ انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہی اللہ کا گروہ ہے خبردار اللہ ہی کا گروہ ہے جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

(المجادلہ:23)

میں اسی دین پر قائم رہوں گا

حضرت خالد بن سعید ایک خواب کی بناء پر اسلام لائے۔ ان کے والد کو معلوم ہوا تو خالد کو پکڑنے کے لئے کئی آدمی بھیجے۔ جب وہ انہیں لے آئے تو والد نے انہیں شدید زدوکوب کیا اور انہیں ایک کوڑے سے مارا یہاں تک کہ ان کے سر پر مارتے مارتے وہ کوڑا ٹوٹ گیا۔

ان کے والد نے سمجھا کہ اب شاید ان کے خیالات بدل گئے ہوں گے اور پوچھا کیا تم اب بھی محمد کی اتباع کرو گے۔

خالد نے جواب دیا خدا کی قسم یہ سچا دین ہے میں اسی پر قائم رہوں گا۔ اس پر والد نے بہت گالیاں دیں اور انہیں قید کر دیا۔ بھوکا اور پیاسا رکھا یہاں تک کہ تین دن اسی حال میں گزر گئے۔ آخر ایک دن موقعہ پا کر فرار ہو گئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد 4 صفحہ 94 بیروت۔ 1957ء)

پابجولاں

حضرت ابوجندلؓ بن سہیل نے جب کفر کی زنجیریں توڑیں تو باپ نے قید میں ڈال دیا اور سخت مظالم کئے یہاں تک کہ بدن زخموں سے چور چور ہوگیا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ اور سہیل کے درمیان معاہدہ لکھا جارہا تھا تو ابوجندل بھی کسی طرح پابجولاں وہاں آن پہنچے اور گو ابھی معاہدہ پر دستخط نہ ہوئے تھے مگر سہیل نے بیٹے کو واپس کرنے پر اصرار کیا۔ صحابہؓ کے دل اپنے بھائی کی حالت زار دیکھ کر خون ہورہے تھے۔ خود آنحضرت ﷺ کا محبت بھرا دل شدید اذیت میں مبتلا تھا مگر آپؐ نے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے ابوجندل سے فرمایا "صبر سے کام لو اور واپس چلے جاؤ"۔

حضرت ابوجندلؓ دوبارہ اپنے باپ کے ہاتھوں مصائب وآلام کی آگ میں جلتے رہے مگر آپ کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ وہ ہاتھ جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا دامن تھام چکا تھا وہ کٹ تو سکتا تھا جدا نہیں ہوسکتا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ حدیبیہ حدیث نمبر 3861)

رنگ وروپ بدل گیا

حضرت مصعب بن عمیرؓ مکہ کے ایک نہایت حسین وخوش رو نوجوان تھے ان کی والدہ خناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لخت جگر کو نہایت ناز ونعم سے پالا تھا۔ چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ خود آنحضرت ﷺ کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے "مکہ میں مصعب سے زیادہ کوئی حسین خوش پوش اور پروردہ نعمت نہیں ہے"۔

مگر جب وہ حلقہ توحید میں داخل ہوئے تو یہ ساری نعمتیں ان سے چھن گئیں۔ جب ان کی ماں والدہ اور اہل خاندان کو اپنے بیٹے کے اس فعل کا پتہ لگا تو ان کی ساری محبت اور وارفتگی شعلے اگلتی ہوئی نفرت میں بدل گئی اور مجرم توحید کے لئے شرک کی عدالت نے قید تنہائی کا فیصلہ سنایا۔ اور وہ عرصہ تک قید و بند کے مصائب برداشت کرتے رہے تا آنکہ خدا نے رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ مگر اس دوران ان کا تمام رنگ و روپ زائل ہو گیا۔ اور تمام عیش و تنعم نے منہ پھیر لیا مگر توحید کے اس فرزند نے ماں کی محبت اور اس کے ہر مطالبہ کو رد کر کے خدا اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی محبت کو ترجیح دی۔ (طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 116 بیروت 1957ء)

خدا دیکھ رہا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ام عاصم حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی تھیں۔ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ایک روز رات کو حضرت عمرؓ مدینہ کا گشت لگا رہے تھے کہ ایک دیوار کے نیچے تھک کر بیٹھ گئے۔ گھر کے اندر ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ اٹھ کر دودھ میں پانی ملا دے۔ لیکن لڑکی نے کہا کہ ''امیر المومنین نے منادی کرادی ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے'' ماں نے کہا کہ ''اس وقت عمر اور عمر کے منادی دیکھ نہیں سکتے تم دودھ میں پانی ملا دو''۔ اس نے جواب دیا کہ ''خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں مجمع میں امیر المومنین کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی نافرمانی کا داغ اپنے دامن پر لگاؤں'' حضرت عمرؓ نے یہ تمام گفتگو سن لی اور اپنے ساتھ سے کہا کہ اس دروازے اور اس جگہ کو یاد رکھو''۔ صبح ہوئی تو ان کو بھیجا کہ پتہ لگائیں کہ یہ کون عورتیں تھیں اور وہ صاحب شوہر ہیں یا نہیں؟ وہ آئے تو معلوم ہوا کہ لڑکی کنواری

اور ماں بیوہ ہے۔ اب حضرت عمرؓ نے اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور کہا کہ "مجھے نکاح کی ضرورت ہوتی تو میں خود اس لڑکی سے نکاح کر لیتا۔ لیکن تم میں جو پسند کرے میں اس سے اس کا نکاح کر سکتا ہوں۔ عبداللہ اور عبدالرحمان کی بیویاں موجود تھیں۔ البتہ عاصم کو نکاح کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے اس سے عقد کر لیا اسی لڑکی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ماں ام عاصم پیدا ہوئیں۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ 11 از عبدالسلام ندوی۔ مطبع معارف اعظم گڑھ طبع دوم۔ 1923ء)

جماعت احمدیہ کے نمونے

جماعت احمدیہ میں بھی اس قسم کے بیسیوں پائے جاتے ہیں مثال کے طور پر صرف چند نمونے بیان کئے جاتے ہیں۔

ہمارا ہے تو آجائے گا

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی گھر والوں کے علم میں لائے بغیر قادیان پہنچے اور حضرت مسیح موعود کی بیعت کر لی۔ اور وہیں کے ہو رہے۔

گھر سے آئے کافی دن ہو گئے تھے اس لئے والدین اور بھائی بہنوں کو تشویش ہوئی ڈھونڈتے ڈھونڈتے والد صاحب قادیان پہنچ گئے۔ والد صاحب نے بڑی مصلحت سے اور بڑی منت وسماجت اور لجاجت سے کہا کہ تمہاری ماں کی بینائی زائل ہو رہی ہے سب ترس گئے ہیں ایک دفعہ ہو آؤ تمہیں میں دو ہفتہ میں پھر چھوڑ جاؤں گا۔

حضرت مسیح موعود نے پہلے تو والد کے ساتھ بھیجنے سے انکار فرمایا پھر کسی القاء یا اشارہ کے سبب فرمایا کہ باپ کے ساتھ چلے جاؤ بشرطیکہ وہ واپس آنے کی تحریری ضمانت دیں۔

یہ فیصلہ سن کر بھائی عبدالرحمٰن پر اپنے محبوب سے جدائی کا تصور جان لیوا ہونے لگا۔ پرانے واقعات تازہ ہونے لگے۔ جدائی کے عظیم صدمہ کے علاوہ گھر پہنچتے ہی شدید اذیتوں کا سامنا واضح تھا۔ فوراً خلوت میں گئے اور چند منٹوں کے لئے خدائے حی و قیوم کے آستانہ پر جھکے روئے اور گڑگڑائے کہ مولیٰ اپنے فضل سے بہتری فرما۔ میں تو ہر صورت میں تیرے مسیح کی اطاعت کروں گا۔ دعا سے آپ کو ایک سکینت ملی۔ حضرت حکیم نورالدین صاحب نے تجویز دی کہ بھائی عبدالرحیم صاحب کو ساتھ بھیج دیا جائے۔ تو حضرت اقدس نے فرمایا اور اس وقت حضور کا چہرہ مبارک سرخ تھا اور آواز میں ایک جلال شوکت اور رعب تھا۔

"نہیں مولوی صاحب! ہمیں نام کے (احمدیوں) ضرورت نہیں ہمارا ہے تو آ جائے گا ورنہ کوڑا کرکٹ جمع کرنے سے کیا حاصل؟"

قادیان دارالامان سے نکل کر ہر لحہ اذیت ناک تھا۔ دوران سفر تو والد صاحب کا رویہ نرم رہا اور چوری چھپے نماز پڑھ لینے کی اجازت دیئے رکھی مگر اپنے علاقہ میں پہنچتے ہی فضا یکسر بدل گئی۔ بھائی عبدالرحمٰن صاحب چاروں طرف سے مصائب میں گھر گئے۔ ماں اور باپ آپ کی زندگی کو ایک لعنت قرار دیتے ہوئے موت کی تمنا کرتے بہن بھائی سب خون کے پیاسے ہو گئے۔ سب عزیز و اقارب زبانی سختی اور طعن و تشنیع تک محدود نہ رہے بلکہ ہاتھوں اور لاتوں سے گزر کر چھڑیوں اور لاٹھیوں کے استعمال تک بات جا پہنچی۔ چھریوں اور کلہاڑیوں تک سے آپ پر حملے ہوئے۔ آپ کو گرا کر کئی رشتہ دار اکٹھے چھاتی پر بیٹھ بیٹھ کر اذیت پہنچاتے۔ اسی طرح کی شدید تکالیف کے سبب آپ یہاں آٹھ نو ماہ کے عرصہ قیام کو ہمیشہ نہایت درجہ درد و غم اور رنج و ستم کا زمانہ قرار دیتے تھے۔ کیونکہ ظلم و تشدد کا کوئی طریق نہ تھا جو آپ کے بزرگوں اور

عزیزوں نے آزمانے کی کوشش نہ کی ہو۔

اس کربناک صورت احوال اور درد انگیز کیفیت قلب و روح کے ساتھ آپ کو قادیان کی یاد ستاتی۔ ان دنوں صبر و تحمل کے ساتھ ساتھ شب و روز دعائیں کرتے اور فرماتے کہ ہر طرح کے ان مظالم میں میرے لئے دو باتیں ڈھارس تھیں پہلی یہ کہ حضرت مسیح موعود بہت دفعہ آیت قرآنی احسب الناس ان یتر کوا ...... پڑھتے اور اس کا مضمون بیان فرماتے جس سے زندگی کی جھلک اور اور امید کی لہر دوڑنے لگتی' مشکلات اور ابتلاؤں پر فتح پانے اور غالب آنے کی قوت و عزم میسر آ جاتا اور دل کو غیر معمولی سکون و یقین ملتا۔ دوسری بات حضرت مسیح موعود کا مشہور مقولہ ''خدا داری چہ غم داری'' سچا حوصلہ عطا کرنے کا ذریعہ تھی۔

جسمانی تشدد' ذہنی اذیت اور معاشرتی دباؤ ایک طرف دوسری طرف ترغیب و تحریص اور سمجھانے بجھانے کا سلسلہ رات کو جاری رہتا والدہ' ہمشیرہ اور دونوں بھائی اپنی جدائی' محبت اور مذہبی تعصب کے حوالے سے زور دیتے رہے کہ احمدیت کو ترک کردو۔

یہ سب کچھ تو والدین کے پاس پہنچ کر دیکھنا پڑا ادھر قادیان میں دو ہفتے کا کہہ کر آئے تھے اس لئے مہینوں کے گزرنے پر وہاں تشویش بڑھنے لگی۔ حضرت مولوی خدا بخش صاحب جالندھری نے آپ کے حالات معلوم کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور پرمشقت مسافت طے کرکے آپ کے پاس پہنچے اور چوری چھپے حالات معلوم کرکے واپس چلے گئے۔

ایک لمبا عرصہ گزرنے کے ساتھ ساتھ والد صاحب نے آپ کو بھی اپنے ساتھ کام پر لگالیا تھا اور ارادہ کیا کہ ان کو الگ حلقہ لے دیں کہ انہی دنوں محکمانہ تبادلہ ہوا اور جلدی جلدی سب کو نئے ہیڈ کوارٹر لدھڑ نزد بہلول پور آنا پڑا۔ اس دوران زیادہ مدد اور

نگرانی والد صاحب کے بھتیجے راج کرن نے کی جو کہ نہایت متعصب ہندو تھا کئی دفعہ حضرت بھائی جی سے ہاتھا پائی اور لاٹھی سوٹا ہوا۔ وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ ایک دن کسی ضرورت کے لئے خاندان کی ایک بوڑھی خاتون کو گاؤں سے لانے کے لئے آپ کی ڈیوٹی لگی جو اس اذیت ناک فضا سے نجات کی بنیاد بنی۔ سفر کے لئے آپ کو سانگلہ ہل سے ٹرین پر سوار ہونا تھا۔ ایک مددگار ساتھ کر دیا گیا جسے سٹیشن کے قریب پہنچ کر آپ نے واپس کر دیا اور خود ٹکٹ لے کر عازم سیالکوٹ ہوئے وہاں احباب سے مل کر قادیان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس طرح قریباً نو ماہ کی تلخ جدائی کے بعد آپ کو پھر سے قادیان میں امان ملی۔ خدا کے مسیح نے فرمایا تھا ''ہمارا ہے تو آ جائے گا'' چنانچہ ایسا ہی ہوا

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حضرت اقدس مسیح موعود از حد مسرور و شاد ماں ہوئے اور فرمایا:

''آپ آ گئے بہت اچھا ہوا۔ آپ کے والد صاحب نے وعدہ کا پاس نہ کیا اور آپ کو روک کر تکلیف میں ڈالا۔ ہمیں بہت فکر تھی مگر شکر ہے کہ آپ کو اللہ نے ثابت قدم رکھا اور کامیاب فرمایا۔ مومن قول کا پکا اور وفادار ہوتا ہے۔''

قادیان دارالامان پہنچ کر آپ ماں باپ اور بہن بھائیوں کی محبتوں سے کہیں بڑھ کر زیادہ سچی اور وسیع محبت میں بسنے لگے۔ دوسری طرف جاننے والے ہندوؤں کے سینوں پر سانپ لوٹ گئے۔ آپ کو اغوا کرنے کی چار پانچ بار کوشش ہوئی۔ مگر خدا نے ہر طرح آپ کو ثابت قدم رکھا۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب نے والد صاحب اور دیگر عزیزوں کی ساری کوششیں دیکھتے ہوئے آخر کار ایک فیصلہ کیا اور اپنی والدہ محترمہ کے نام ایک مفصل خط لکھا کہ بالفرض آپ لوگ مجھے پکڑ لے جانے میں کامیاب بھی ہو جائیں اور میرے

جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کا قیمہ بھی بنا دیں تب بھی میرے ہر ذرہ سے صدائے حق ہی بلند ہوگی۔ یہ خط نتیجہ خیز ثابت ہوا اور گھر سے مخالفانہ پر تشدد کوششوں کا سلسلہ بکلی ختم ہوگیا۔

1900ء کے دوران گھر کی طرف سے اطمینان ہوا مگر تپ دق کے مرض میں مبتلا ہوگئے۔ ہر طرح کا علاج بے اثر معلوم ہونے لگا۔ علم ہونے پر حضرت مسیح موعود نے دعا شروع کی اور دوائی بھی بتائی جس سے دیکھتے ہی دیکھتے گویا مردہ زندہ ہونے لگا۔ ایک دن حضرت اقدس کی زیارت ہوئی۔ حضور نے احوال پوچھے تو کہنے لگے۔

''حضور موت کے بعد ایک نئی زندگی ملتی معلوم ہوتی ہے''۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ٹھیک ہے کفر کا گوشت پوست تھا۔ وہ جاتا رہا اب سب خیر ہے۔ اسی دوران علالت کی خبریں سن کر والدہ قادیان آ گئیں اس طرح حضرت بھائی جی کے سکون واطمینان کے علاوہ مناسب خوراک اور دیکھ بھال کا انتظام ہوگیا۔ والدہ صاحبہ حضرت اقدس گھر کی خواتین اور عام احباب کے غیر معمولی حسن سلوک سے از حد متاثر ہوئیں۔

آخر حضرت اقدس کی اجازت سے والدہ اپنے بیٹے کو ساتھ گھر لے گئیں اور بڑی ہمت وجرأت سے اپنے پاس رکھا اور کسی کے اعتراض کی پرواہ نہ کی بلکہ نمازیں وغیرہ پڑھنے کی کھلی اجازت دی۔ حضرت بھائی جی قریباً ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گھر رہ کر والدہ صاحبہ کی اجازت سے پھر قادیان واپس آ گئے۔ اور ساری زندگی وہیں گزاری۔

(خلاصہ از الحکم مئی۔ جون 1938ء کے متعدد پرچے)

میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا

شیخ عبدالرحیم صاحب شرما (سابق کشن لعل) ہندؤوں سے احمدی ہوئے۔آغاز میں انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔مگر ایک دن والدہ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ جب وہ برہم ہوئیں تو شیخ صاحب نے فرمایا۔

''میں (احمدیت) کو سچا مذہب سمجھتا ہوں۔میں نے اس کو آزمایا ہے۔میں اس کو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔محض آپ کی خاطر اپنے ایمان کو چھپایا ہوا تھا اگر آپ ناراض ہوں گی اور مخالفت کریں گی تو میں اعلانیہ طور پر (احمدی) ہو جاؤں گا۔اور گھر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا''۔

آخر والدہ اس بات پر رضامند ہو گئیں کہ شیخ صاحب چھپ کر نماز پڑھ لیں مگر اپنے دین کی تبدیلی کا اعلان نہ کریں۔

کچھ عرصہ کے بعد شیخ صاحب نے اپنے احمدی ہونے کا عام اعلان کر دیا۔ برادری کے زور دینے پر والدہ نے ان کے ساتھ قطع تعلق کر دی۔فرماتے ہیں

برادری کے ڈر سے نہ میں ہی والدہ صاحبہ کو مل سکتا تھا۔اور نہ میری والدہ مجھ سے مل سکتی تھیں۔میری والدہ صاحبہ کو مجھ سے بے حد محبت تھی۔وہ میری جدائی کو برداشت نہ کر سکتی تھیں۔اور روتی رہتی تھیں۔شام کو دفتر بند کر کے جب میں احمدیہ بیت الذکر کو جاتا اور اپنے محلہ کے پاس سے گذرتا۔تو میری والدہ مجھ کو دیکھنے کے لئے بازار کے ایک طرف کھڑی ہو جاتیں۔یہ نظارہ بہت تکلیف دہ ہوتا۔جب میں ادھر سے گذرتا تو اپنی والدہ کو روتے ہوئے پاتا۔اکثر تو روتے روتے ان کی گھگھی بندھ جاتی۔اور دور تک ان کے رونے کی آواز سنائی دیتی۔مجھ کو بہت

تکلیف ہوتی۔مگر برادری کے ڈر سے ہم نہ مل سکتے تھے۔

شیخ صاحب قادیان ہجرت کر گئے۔ بالآخران کی والدہ بھی قادیان آ گئیں اور بیعت کر لی۔ (رفقاءاحمد جلد10 صفحہ 41 تا67)

سب نے بیعت کر لی

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بیعت کی تو مخالفت پورے زور سے جاری ہو گئی۔اس میں عوام کے علاوہ آپ کے والدین اور چھوٹا بھائی بھی شامل تھے۔مگر آپ استقامت سے ایمان پر قائم رہے۔اور تبلیغ کرتے رہے۔ایک سال کے اندر اندر آپ کے والد صاحب' چھوٹا بھائی اور دونوں بھاوجوں نے بیعت کر لی۔ آپ کے بڑے بھائی نے خلافت اولیٰ میں بیعت کی۔

(رفقاءاحمد جلد10 صفحہ 215)

ایمان کی مضبوطی

چوہدری بشیر احمد صاحب وڑائچ رجوعہ ضلع گجرات نے 1957ء میں احمدیت قبول کی۔والد نے آپ کی شدید مخالفت کی اور جائیداد سے عاق کر دیا تو آپ اپنے ماموں کے پاس چلے گئے۔ان کے والد نے ان کو سمجھانے کے لئے چھوٹے بیٹے کو بھیجا مگر وہ بھی احمدی ہو گئے۔اور دونوں بھائی واپس آ گئے مگر پھر سخت مخالفت کی وجہ سے سندھ چلے گئے اور اپنے ایمان پر قائم رہے یہاں تک والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی بناء پر انہوں نے خود کہا کہ تم جس مذہب پر چاہو قائم رہو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے تب وہ چار سال کے بعد گھر واپس آ گئے۔ (روزنامہ الفضل 9۔مارچ 2001ء)

❁❁❁❁

حاصل کلام

الغرض ماں باپ اس زمین پر خدا کی ربوبیت کے مظہر ہیں ان کی خدمت اور اطاعت سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں ان کی دعائیں آسمان پر مقبول ہیں وہ زمین پر انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں ان کا شکر ادا کرنا خدا نے واجب قرار دیا ہے ان کی خدمت کر کے جنت حاصل کیجئے اور اگر ایسا نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ ارشاد یاد رکھیئے

جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹)

نام کتاب .... جنت کا دروازہ

نام مصنف .... عبدالسمیع خان

ناشر .... لجنہ اماءِاللہ ضلع کراچی

تعداد 1000

شمارہ نمبر 64

طبع .... دوم

پرنٹر .... **پرنٹ گرافکس** ڈیزائنرز اینڈ پرنٹرز

بالمقابل احمدیہ ہال، کراچی۔

فون: 0300-2260712 ,0320-5009358

فہرست کتب

37- "سیرۃ و سوانح حضرت محمد ﷺ" (بطرز سوال وجواب) 290

38- "دعائے مستجاب" دعا کا طریق اور حضرت مصلح موعود کے قبولیت دعا کے واقعات 162

39- "ہماری کہانی" محترم حاجی عبدالستار آف کلکتہ کے حالات 120

40- "کلام طاہر" سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا شیریں کلام معہ فرہنگ 160

41- "انبیاء کا موعود" سیرت النبیؐ پر بچوں کے لئے سلسلے کی پانچویں کتاب 72

42- "حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ" حضرت طاہرہ صدیقہ صاحبہ کی مرتب کردہ کتاب زندگی 172

43- "ترکیبیں" آسان کم خرچ خالص اشیاء بنانے کی ترکیبیں 54

44- "قندیلیں" سبق آموز واقعات 192

45- "جماعت احمدیہ کا تعارف" دعوت الی اللہ کے لئے ضروری معلومات 252

46- "سیرت حضرت محمد ﷺ ولادت سے نبوت تک" بچوں کے لئے سیرۃ النبیؐ کی کتاب 88

47- "نماز" باترجمہ باتصویر 64

48- "گلشن احمد" پندرہ سال تک کے بچوں کا تعلیمی وتربیتی نصاب 168

49- "عاجزانہ راہیں" حضرت اقدس بانی سلسلہ کے ارشادات کی روشنی میں 280

50- "اچھی کہانیاں" بچوں کے لئے سبق آموز کہانیاں 32

51- "قواریر قوامون" حصہ اوّل 28

52- "دلچسپ سبق آموز واقعات" از تقاریر حضرت مصلح موعود 100

53- "سیرت حضرت محمد ﷺ نبوت سے ہجرت تک" بچوں کے لئے سیرۃ النبیؐ کی کتاب 80

54- "بچے احمدی کی ماں زندہ باد" 20

55- "کتاب تعلیم" 160

56- "تجلیات الٰہیہ کا مظہر محمد ﷺ" 496

57- "احمدیت کا فضائی دور" 160

58- "امن کا گہوارہ مکہ مکرمہ" سیرت النبیؐ پر بچوں کے لئے چھٹی کتاب 32

59- "بیعت عقبیٰ اولیٰ تا عالمی بیعت" 358

60- "سیرت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہجرت سے وصال تک" بچوں کے لئے سیرۃ النبیؐ کی کتاب 144

61- "انسانی جواہرات کا خزینہ" سیرت النبیؐ پر بچوں کے لئے ساتویں کتاب 64

62- "حضرت محمد مصطفیٰؐ کا بچپن" سیرت النبیؐ پر بچوں کے لئے آٹھویں کتاب 32

63- "مشاغل تجارت و حضرت خدیجہؓ سے شادی" سیرت النبیؐ پر بچوں کے لئے نویں کتاب 28

64- "جنت کا دروازہ" والدین کی خدمت اور اطاعت، پاکیزہ تعلیم اور دلکش نمونے 144

65- "سیرت وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آغاز رسالت" سیرت النبیؐ پر بچوں کے لئے دسویں کتاب 24

66- "کونپل (سندھی)" پانچ سال تک کی عمر کے بچوں کا تعلیمی اور تربیتی نصاب 24

67- "ربوہ" منظوم کلام 170

68- "سیرت وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دعوت الی اللہ اور ہجرت حبشہ" سیرت النبیؐ پر بچوں کیلئے گیارھوں کتاب 40

69- "جوئے شیریں" منتخب نظموں کا مجموعہ 104

70- "سیرت وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ شعب ابی طالب وسفر طائف" سیرت النبیؐ پر بچوں کیلئے بارھویں کتاب 40

71- "سفر آخرت" آداب ومسائل 80

72- "درثمین" مع فرہنگ ..... -----

73- "ہجرت" 216

74- "ہجرت مدینہ و مدینے میں آمد" سیرت النبیؐ پر بچوں کیلئے تیرھویں کتاب 84

75- "مرزا غلام قادر احمد" ..... -----

یَا رَبِّ سَتِّرْنِیْ بِجُنَّۃِ عَفْوِکَ
کُنْ نَاصِرِی وَمُصَاحِبِیْ وَمُحَامِیْ

اے میرے ربّ! مجھے اپنی بخشش کی ڈھال سے ڈھانپ لے میرا ساتھی، میرا مددگار، اور میرا محافظ بن جا۔

یَا رَبِّ صَاحِبْھَا بِلُطْفِکَ دَائِماً
وَاجْعَلْ لَّھَا مَأْوٰی بِقَبْرٍ سَامِیْ

اے میرے ربّ! اس پر ہمیشہ لطف کرتے رہنا اور اُس کا ٹھکانا ایک بلند شان قبر میں بنانا۔

یَا رَبِّ اَنْعِمْھَا بِقُرْبِ مُحَمَّدٍ
ذِی الْمَجْدِ وَالْاِحْسَانِ وَالْاِکْرَامِ

اے میرے ربّ! اسکو قربِ محمدؐ کی نعمت عطا فرما جو بڑی بزرگی اور بڑا احسان کرنے والے ہیں جنکو تو نے عزت بخشی ہے۔

کلامِ محمود صفحہ 174